

حضرت العالم مولانا اللہ مایہ خان رحمۃ اللہ علیہ

# تحقیق حلال و حرام

در جواب "متعہ اور مہلام"

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

لاہور • مسٹر • علی خاں

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العلمین والصَّلٰوة والسلام علی

رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ ؕ اَمَّا بَعْدُ

مولوی علی نقی صاحب شیعہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام متعہ اور اسلام رکھا ہے اور اس کتاب میں جناب نے متعہ کی اباحت اور جواز کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کر کے امت محمدیہ پر احسان کرنا چاہا کیوں نہ ہو جس متعہ کا قرآن ذکر تک نہیں کرتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اِنْ اَللّٰهُ قَدْ حَرَّمَ اِلَیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ (تحقیق خدا تعالیٰ نے متعہ کو قیامت تک حرام کر دیا ہے) فرما کر حرام قرار دیں اپنی اُمت کے لئے اور پھر اسی فرمان نبوی پر اُمت کا اجماع بھی ہو جائے کہ متعہ حرام ہے اور حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے سچے جانشینوں یعنی خلفائے راشدین نے بھی متعہ کو حرام فرمایا کسی خلیفہ رسول نے متعہ کی اباحت زبان سے نہیں نکالی اور اسی حرمت پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق تھا۔

جس کو اس حرمت کی اطلاع نہیں ہوئی اس نے کچھ دن اختلاف کیا مگر جب اطلاع ہوتی گئی فوری اس اختلاف کو ترک کر کے متفق ہو گیا۔ اور پھر آج چودھویں صدی میں ایک آدمی اُٹھ کر ایک ایسے مسئلے کی اباحت کو ثابت کرتا ہے جس کی حرمت



پر پوری اُمت کا اتفاق تھا۔ تو کیا وہ قابلِ تحسین نہیں ہے؟..... مولوی  
علی نقی صاحب کو داد ملنی چاہیے کہ آئندہ بھی ایسے مسائل جنکی حریر پر پوری اُمت کا اتفاق ہو  
اُن کو جائز اور مباح ثابت کر کے اُمت کے سامنے پیش کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں  
اور شارعِ اسلام کی سُوح پر فتوح کو بھی فرحت حاصل ہو۔

علی نقی صاحب! اس دور میں وقتی جناب جیسے محقق مجتہد کی ضرورت تھی  
جو متعہ جیسے قبیح فعل کو حسین ثابت کرتا۔ یہ بھی جناب کے قلم سے پوری ہو گئی ہے۔  
یہ عجیب کتاب میرے دوست حضرت مولانا پیر احمد شاہ بخاری کے ہاتھ آئی  
اُن کی نظر اس پر پڑی تو میری طرف لکھا کہ ”متعہ اور اسلام“ کا مطالعہ آپ کے لئے از بس  
ضروری ہے پھر جناب نے بندہ کے پتہ پر حکمِ الہ ایک نسخہ بھیج دیا۔ ناچیز نے اس کے  
چند صفحات دیکھے تو سوائے موضوع اور ضعیف اور اُن روایات کے جو صحابہ کرام سے  
قبل از جمع مروی ہیں کچھ ہی نہ پایا تو اس کے جواب کا خیال ترک کر دیا تھا۔ گو علی نقی  
صاحب اپنے مذہب کے محقق و مجتہد ہیں مگر ہم ایسے شخص کو ابو زید سروجی کا ہم پلہ سمجھ کر  
لائق گفتگو بہرگز نہیں سمجھتے اگر بخاری صاحب موصوف کا اصرار نہ ہوتا تو ہم اس راہ  
میں قدم نہ رکھتے۔

## جناب علی نقی صاحب

اپنی کتاب مذکورہ کے صفحہ ۱۷۰-۱۸۰ پر متعہ کے اثبات کے لئے فرماتے ہیں کہ وہ  
مذہب، مذہب ہی نہیں جس میں انسانی ضروریات کی اور جذباتِ نفسی کی رعایت نہ  
کی گئی ہو بلکہ وہ شریعتِ قابلِ عمل ہی نہیں کہ اُس پر عمل کیا جائے۔

(الجواب) علی نقی صاحب! آپ کے دماغ میں متعہ کا اس قدر نشہ کیوں بھرا گیا ہے کہ اگر شریعت متعہ کے جواز کا فتوے دیتی ہے تب تو قابل عمل ہے ورنہ نہیں اور شریعت کا کس طرح بھی متعہ کے جواز پر موقوف ہے۔ العیاذ باللہ! اجماع شریعت انسانی خواہشات کے تابع نہیں، انسانی خواہشات شریعت کے تابع ہیں۔ اور جس رب نے انسانی ضروریات اور جذبات کو پیدا کیا ہے اُس نے اُن کی رعایت بھی شریعت میں ملحوظ رکھ کر چار اُردو عورتیں اور لاتعداد لونڈیاں حلال فرمائی ہیں اور ان سے جو تجاوز کرتا ہے اس کو تعدی کرنے والا فرمایا ہے۔ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ۔ بیویوں اور لونڈیوں سے جو تعدی کرتا ہے یعنی متعہ کا طالب ہے وہ خدائی حدود سے تجاوز کرنے والا ہے اور شریعت غرض حکم کو حرام قرار دیتی ہے تو اس میں بھی انسانی مراعات ملحوظ ہوتی ہیں۔

علی نقی صاحب نے ص ۱۹ پر عقد نکاح کا یہ فلسفہ بیان کیا ہے کہ نکاح سے مقصد فراہمی نسل و حصول اولاد نہیں بلکہ غرض بصرد احسان فرج اور انسان کے فطرتی جذبات و خواہش نفس کی مراعات ملحوظ ہیں پھر اس دعوے پر اپنے ذہن کے مطابق بخاری شریف کی دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(الجواب) علی نقی صاحب! شریعت نے نکاح میں دو فائدے ملحوظ فرمائے ہیں۔ ایک حصول اولاد جو اہم مقصد ہے نکاح سے۔ دوم غرض بصرد احسان فرج۔ چونکہ یہ فائدہ علت صوری کی شکل میں ہے۔ جو اول معلوم ہوتا ہے اس کو شارع علیہ السلام نے بیان فرما دیا اور حصول اولاد کا بمنزلہ علت غائی کے ہے جس کو ہر کوئی جانتا ہے اس کو بیان نہ فرمایا۔ عدم بیان سے عدم فائدہ لازم نہیں آتا۔

علی نقی صاحب! خدا تعالیٰ نے انسان کو بقاۃ نوع کا سخت محتاج پیدا کیا ہے اور بقاۃ نوع انسانی موقوف ہے تو والد و تناسل پر اور توالد موقوف ہے نکاح صحیح پر۔ زنا کو شریعت نے اسی وجہ سے حرام قرار دیا ہے کہ اس سے نسل انسانی ضائع ہو جاتی ہے۔ بخاری کی حدیث و باقی احادیث جہاں کہیں آئی ہیں اُن کا مطلب یہ ہے کہ بصر بدکاری کی طرف راہ نہائی کرتی ہے اور فرجِ آلہ ہے بدکاری کا اور بدکاری سے نسل انسانی ضائع ہو جاتی ہے اور ان دونوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح بتایا۔ نہ یہ کہ وضع نکاح ہی ان کے لئے ہے۔ نکاح موضوع تو ہے بقاۃ نوع انسانی کے لئے مگر نکاح سے غرض بصر و احسان فرج بھی ہو جاتا ہے۔

جناب عالی! جذبات فطرتی و خواہشات نفسانی بھی خدا تعالیٰ نے ہر جاندار میں بقاۃ نوع کے لئے ودیعت فرمائے ہیں جو مخلوق جوڑا سے پیدا نہیں ہوتی اس میں جذبات ہی مفقود ہیں اور بقاۃ نوع انسانی نکاح پر موقوف ہے۔ زنا سے تضعیف اولاد ہو جاتی ہے۔

”اما حفظ النسل شرع له حد الزنا جلدًا اور بما لانه مورالی اختلاط الانساب المؤدی الی انقطاع التعہد من الالباء المؤدی الی انقطاع النسل وانقطاع الانسان من الوجود شاطبی موانقات“ (ص ۱ ج ۲) بہر حال حفاظت نسل کے لئے حد زنا جلد رحم مقرر ہوئی کیونکہ زنا سے انساب میں اختلاط پیدا ہو جاتا ہے اور اختلاط ابا و اجداد سے کاٹ دیتا ہے اور انقطاع ابا و اجداد کا نسل کو کاٹ دیتا ہے یعنی نسل ختم ہو جاتی ہے جب نسل ختم ہوئی۔ تو انسان کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔

## قرآن اور نکاح

(۱) "قال تعالیٰ"۔ "فالئن باشر وھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم....."

فرمان الہی۔ پس اب عورتوں سے جماع کریں اور جو چیز (اولاد) جو تمھارے لئے اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے اس کو طلب کریں۔

(۲) قال تعالیٰ۔ "نساء کمر حرث لکم فأتوا حرثکم

انی شئت و قد موالا نفسکم۔" فرمان الہی۔ عورتیں تمھاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جس طرح چاہیں اس طرح آئیں اور اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجیں۔

(۳) واستدلوا بالتناکح الجن فیما بینھم لقولہ تعالیٰ افتخذ ونہ

وذرتہ اولیاء من۔ دونی وہم لکم عدو و هذا يدل علی انھم

تناکحون۔ لاجل الزرثیۃ۔ (فتاویٰ احمدیہ علامہ ابن حجر ص ۵۹ ج ۱)

اور مفسرین نے استدلال کیا ہے نکاح جن سے آپس میں چونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے

کیا تم پکڑتے ہو اس ابلیس اور اس کی اولاد کو دوست سوائے میرے حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں۔

قرآن سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جنات کا نکاح بھی تو والد و تناسل کے لئے

ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ عورتوں سے جب جماع کریں۔ تو

اس جماع سے خدا تعالیٰ سے اولاد طلب کریں۔ خواہش نفسانی کی وجہ سے

جماع نہ کریں۔

## نکاح اور مفسرین شیعہ کی رائے

علامہ سن کاشی مفسر زیر آیت "وابتغوا ما کتب اللہ لکم" کے یوں فرماتے ہیں  
 "قل اطلبوا ما قدر لکم واثبتہ فی اللوح من الولد بالمباشرة  
 ای لا تباشروا القضاء الشهوة وحدها ولكن لا تبغوا ما وضع اللہ النکاح  
 له من التناسل" کہا گیا کہ معنی آیت کا یہ ہے کہ مباشرت سے اولاد طلب کریں  
 جو کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمائی ہے اور لوح محفوظ میں ثابت کر دی ہے اور عورتوں  
 سے محض قضاءِ شہوت کے لئے جماع نہ کیا کریں لیکن جماع اولاد کے لئے کریں جس کے لئے  
 خدا تعالیٰ نے نکاح کو وضع فرمایا ہے نکاح موضوع ہے کثرتِ توالد و تناسل کے لئے۔

(ف) علامہ سن کی تفسیر صافی کی اس عبارت سے صاف ثابت ہوا کہ نکاح  
 موضوع ہے توالد و تناسل کے لئے نہ غرض بصر و احسان فرج کے لئے۔ پھر یہی مفسر  
 اسی تفسیر صافی میں فرماتے ہیں زیر آیت "فأتوا من من حیث امرکم اللہ" کے۔

"قال هذا فی الولد فاطلبوا الولد من حیث امرکم اللہ تعالیٰ  
 لقول نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم فی شئتم" فرمایا یہ آیت اولاد کے  
 حق میں نازل ہوئی ہے پس اولاد طلب کریں خدا تعالیٰ نے جہاں سے حکم دیا ہے واسطے فرمانِ خدا  
 کے کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جس طرح سے چاہو اس طرح سے اُن کے پاس آئیں۔ یعنی  
 جس طرح چاہیں مباشرت کریں۔

(ف) اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ مفسرین شیعہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نکاح  
 کی وضع توالد و تناسل کے لئے ہے نہ قضاءِ شہوت کے لئے۔ جیسا کہ علی نقی صاحب

کا خیال ہے۔

پھر یہی مفتی حضرت امام جعفر صادق سے حدیث نقل کر کے اپنے دعوے پر مہر ثبت کرتے ہیں کہ نکاح اور جماع تو والد و تناسل کے لئے ہے۔

”واما تلاوتہ علیہ السلام ہذا الایت عتیب ذلک فاستشہاد منہ بما ان اللہ تعالیٰ سبحانہ انما اراد طلب الولد اذ سما ہن الحرث و یجوز ان یکون قوله تعالیٰ من حیث امرکم اللہ اشارۃ الی الامر بالمباشرة و طلب الولد فی قوله تعالیٰ فالبئن باشر و ہن وابتغوا ما کتب اللہ لکم“ اور بہر حال امام صاحب رحمہ اللہ کا اس مذکورہ آیت کے پیچھے اس آیت کا تلاوت فرمانا پس دلیل لانا ہے امام کا اس آیت سے اس امر پر کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے طلب اولاد کا چونکہ خدا تعالیٰ نے عورتوں کا نام رکھا ہے کھیتی اور جائز ہے قول باری تعالیٰ۔ من حیث امرکم اللہ اشارہ ہو طرف حکم مباشرت کے اور طلب اولاد کے بیچ قول باری تعالیٰ کے پس اب مباشرت کریں اور طلب کریں اس چیز کو یعنی اولاد کو جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمائی ہے۔

اف) اس حدیث امام صاحب سے نکاح کی وضع تو والد و تناسل کے لئے ثابت ہوئی نہ کہ قضاء و شہوت و جذبات نفسی کے پورے کرنے کے لئے۔

”یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجھا و بٹ منھا رجالاً کثیراً و نساء“ اے لوگو، خدا سے ڈرو، جس نے تم کو ایک انسان سے پیدا کیا ہے اور اسی سے اس کی بیوی بھی پیدا کی ہے اور ان دونوں سے ان کی اولاد کثیر مرد اور عورتیں دنیا میں پھیل گئے ہیں۔

”یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوباً و قبائل....“



اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے کنبے قبیلے بنائے ہیں۔  
 (ف) ان دو آیتوں میں خدا تعالیٰ نے تخلیق مرد و بیوی پر روشنی ڈال کر واضح فرما دیا ہے کہ عورت مرد کی پیدائش کی علت غائی ہی افزونی و فراوانی نسل ہے۔ تاکہ ان دونوں سے جہان آباد ہو۔ بتایا کہ جہان کی عمارت ہی انسان سے ہے۔ اور بقا و انسانی توالد و تناسل پر موقوف ہے اور یہ نکاح صحیح پر موقوف ہے نہ متعہ پر، علی نقی صاحب جناب کے قلب موضوع سے خدا تعالیٰ اور اس کا رسول اور ائمہ کرام سخت ناراض ہوں گے۔ آپ کا نکاح کو خواہش نفسی و جذبہ فطری کے لئے موضوع قرار دینا حق اور انصاف کا خون کرنا ہے۔

## نکاح اور فرمان رسول اکرم ﷺ

”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزجو الودود الولود فانی مکار بکم الامم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنالکوا تکاثروا فانی اباہی بکم الامم رواہ الشافعی“ حضورؐ نے فرمایا کہ ان عورتوں سے نکاح کریں جو پیار کرنے والیاں ہوں اور بہت اولاد جننے والیاں ہوں پس میں تمہاری زیادتی و کثرت سے باقی امتوں پر فخر کروں گا۔  
 (فائدہ) احادیث کثرت سے موجود ہیں جن سے رسول خدا کا بار بار اعلان ہے کہ ان عورتوں سے نکاح کرنا جن سے اولاد کثرت سے پیدا ہو سکے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی وضع کثرت نسل کے لئے ہے نہ کہ قضاء بہوت کے لئے جیسا کہ علی نقی نے سمجھا ہے اللہ تعالیٰ بچائے اس تحقیق سے۔

## نکاح اور فقہاء و علمائے امت

”لأن المقصود الأصلي من النكاح الولد وقصد الولد بالوطي يدل على استبقاء الملك في الموطوءة صيانة للولد أما الأمة فالمقصود من وطئها قضاء الشهوة دون الولد“ بتحقيق اصلی مقصود نکاح سے اولاد ہے اور قصد اولاد و طئ سے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ موطوءہ عورت پر مرد کا حق باقی ہے اولاد کے بچانے کے لئے اور بہر حال باندی سے اصل مقصود قضاءِ شہوت ہے نہ اولاد۔ (ہدایتہ ص ۲۴۶ ج ۲)

(فائدہ) فقہاء کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ نکاح کی وضع تو والد و تناسل کے لئے ہے اور باندی محض قضاءِ شہوت کے لئے موضوع ہے پس ثابت ہوا کہ نقی علی صاحب کا نکاح کو غرض بصر و قضاءِ شہوت کے لئے موضوع قرار دینا ان کی غلط فہمی کی وجہ سے ہے اور غلط ہے۔

## نکاح شیعہ اور عدم گواہ

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب ص ۲۳-۲۶ پر لکھا ہے کہ نکاح صرف ایجاب اور قبول کا نام ہے گواہوں کی ضرورت نہیں نہ ہی گواہ صحت نکاح کے لئے شرط ہیں۔ جہاں عورت مرد ایجاب قبول کر لیں راضی ہو کر نکاح ہو گیا و طئ حلال ہو گئی۔ نہ کفو کی ضرورت نہ ہی رضا مندی والی کی ضرورت نہ ہی گواہوں اور وکیل نکاح کی حاجت اور علامہ حائری صاحب مجتہد پنجاب نے بھی فتاویٰ ص ۳۱ جلد ۴ پر کسی سائل کے ایک سوال کا جواب درج کیا ہے فہو هذا۔

(سوال) کافی ص ۱۶، ۲ پر کتاب النکاح میں ایک حدیث ہے کہ نکاح بغیر شہود کے درست ہے ؟

(جواب) حدیث بالکل واضح ہے حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کسی عورت سے تزویج کر لے بغیر گواہوں کے۔ آپ نے فرمایا تزویج کر لے البتہ جو کچھ درمیان اس کے اور اللہ تعالیٰ کے ہے۔ جزایں نیست شہود کی ضرورت اولاد کی وجہ سے ہے اگر یہ نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں تھا کیونکہ نکاح ایجاب و قبول کا نام ہے اگر انھوں نے خود صیغے نکاح پڑھ لئے تو انکا نکاح درست ہے۔ اور وہی حلال۔

حضرات شیعہ متعہ اور نکاح میں مساوات قائم کرنا چاہتے ہیں چونکہ متعہ میں گواہ نہیں ہوتے لہذا نکاح میں بھی نہ ہونے چاہئیں تاکہ مساوات قائم ہو جائے۔

عن ذرارة بن اعین قال سئل ابو عبد الله عليه السلام عن رجل تزوج المرأة بغیر شهود فقال لا بأس يتزوج التبة بمینه وبين الله انما جعل الشهود في تزويج التبة من اجل الولد لولا ذلك ولم يكن بأس۔ (فروع کافی جلد ۳ ص ۱۸۱) زرارہ بن اعین بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے سوال کیا گیا تھا ایک مرد کے متعلق کہ اس نے نکاح کیا بغیر گواہوں کے پس امام نے فرمایا کوئی ڈر نہیں بغیر گواہوں کے نکاح کر سکتا ہے جو کچھ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے گواہ تو اولاد کی وجہ سے ہیں اگر اولاد پیدا کرنی مقصود نہ ہو تو کوئی خوف نہیں۔

”عن هشام بن سالم عن ابي عبد الله عليه السلام انما جعل البيئات للنسب والميراث۔“ هشام بن سالم امام جعفر سے بیان کرتے ہیں کہ گواہ بنائے گئے ہیں نسب اور میراث کی وجہ سے اگر میراث یعنی اولاد پیدا کرنی مقصود نہ ہو تو نکاح بغیر گواہوں کے ہو جاتا ہے۔

”عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الرجل یتزوج بغیر شہود فتال  
 لا باس“ (فروع کافی جلد ۲ ص ۱۶۱) امام سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا  
 ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کوئی ڈر نہیں بغیر گواہوں کے نکاح ہو جاتا ہے۔  
 (فائدہ) ائمہ معصومین کی احادیث سے نکاح تین قسم کا ثابت ہوا ایک متعہ۔ دوم  
 دائمی پھر دائمی دو قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ جس کی صحت گواہوں پر موقوف ہے۔ دوم وہ جس  
 کی صحت گواہوں پر موقوف نہیں ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحت نسب اور ثبوت  
 میراث بھی گواہوں پر موقوف ہے جس نکاح پر گواہ قائم نہیں کئے گئے اس سے  
 جو اولاد پیدا ہوگی وہ اولاد صحیح النسب نہ ہوگی۔ لہذا اس کا نکاح بھی کسی کے ہمراہ نہ ہو  
 سکے گا۔ اور نہ ہی مستحق میراث پانے کا ہوگا۔ لہذا متعہ سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ صحیح النسب  
 بھی نہ ہوگی نہ ہی میراث پائے گی۔ یہ بات یاد رکھنا آئندہ کام آوے گی۔  
 جب علی نقی صاحب اولاد متعہ کو صحیح النسب بنانے کی کوشش کریں گے اور  
 اس کے لئے میراث بھی ثابت کریں گے۔

## نکاح اور علمائے شیعہ

تمام شیعہ عموماً اور علی نقی صاحب خصوصاً غور فرمائیں۔ نکاح اختصاص اور ارتباط  
 جانبین کو چاہتا ہے خاص کر کے اختصاص عورت کا مرد سے اور نکاح میں یہی امر مطلوب  
 ہے اور مطمح نظر ہے کہ عورت مرد کے ساتھ خاص ہو جائے اس اختصاص کی وجہ سے  
 دیگر مردوں کا طمع ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس اختصاص کے عقلی پہلو مختلف موجود ہیں لیکن  
 بشہادت فطرت سلیمہ اس سے اچھا پہلو کوئی نہیں معلوم ہوتا۔ کہ عورت سے بلا واسطہ یا



بالواسطہ اس اختصاص کا اقرار علی روس الا شہاد لیا جائے جس میں بہتر پہلو یہی ہے کہ عورت کے والی بھی حاضر ہوں اور اس اختصاص اقرار کو شریعت نے شرط قرار دیا ہے۔ تاکہ باقی مردوں کا طمع و خواہش اس عورت سے کلی طور پر ختم ہو جائے اور عدم شہود کی وجہ سے جو نوبت جنگ و جدال پیش آتی ہے وہ ختم ہو جائے اور اس اختصاص اقرار علی روس الا شہاد کا نام شریعت نے نکاح رکھا ہے اور جو عورت مرد بغیر گواہوں کے ایجاب کریں گے وہ حد زانیہ میں داخل ہے۔ نہ نکاح میں بھلا زانی زنا پر گواہ قائم کرتا ہے کیا زانی وزانیہ کو اولاد مقصود ہوتی ہے یا صرف خواہش نفس پوری کرنی مقصود ہوتی ہے کیا زانی کو جس کی اولاد اس زنا سے پیدا ہو جائے۔ اس کو میراث دینی مقصود ہوتی ہے ہرگز نہیں کیا زانی وزانیہ والیوں کو اطلاع دینا چاہتے ہیں ہرگز نہیں کیا جب مرد عورت نے خفیہ نکاح کر لیا ہے بغیر گواہوں کے ورنہ لڑکی کو خبر نہیں چونکہ گواہوں کی تو مذہب شیعہ میں ضرورت نہیں ہے ورنہ لڑکی نے دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ اب اول مرد جو نکاح ہے وہ تنازعہ اٹھا دیتا ہے کہ میرا نکاح ہے والی انکار کرتے ہیں بتائیں! فیصلہ بغیر گواہوں کے کیا ہوگا؟ یا لڑکی نے چھ ماہ کے لئے متعہ یا نکاح کر لیا۔ پھر دس دن بعد ان میں ناپاکی ہو گئی۔ وارثوں کو علم نہیں وہ تو رات کو چوری نکاح کر لیتے ہیں پھر لڑکی انکاری ہو گئی۔ اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اب تنازعہ کو کس طرح ختم کیا جائے گا؟ بغیر گواہوں کے یا مرد اس نکاح و متعہ کا انکار کر دیتا ہے بعد وٹھی کے، اور وٹھی سے اولاد ہو گئی ہے اور گواہ موجود نہیں۔ بتائیں! وہ اولاد کس کھاتہ میں؟

واہ! نقی علی صاحب! اولاد اور میراث کے لئے تو گواہ شرط ہیں مگر نکاح اور اور وٹھی کے لئے کوئی شرط نہیں۔ مرد عورت جہاں راضی ہو جائیں وٹھی حلال، خوب! مگر

کسی ذی عزت کی عزت قائم نہ رہے گی بلکہ یہ متعہ اور نکاح ہر برائی و شرارت و قتال کا اعلان ہے اور ذرا یہ بھی فرمانا کہ پھر دیگر حیوانات اور انسان میں کیا فرق ہوگا؟ کیا ہرزہ لگدھا کتا، گیدڑ، پرندہ اسی طرح جوڑا جوڑا موجود نہیں ہیں؟ یقیناً جوڑا جوڑا ہیں۔ جو مادہ جس نر کو قبول کر لیتی ہے اُسی کا جوڑا بن جاتی ہے اور رضامندی ہی ایجاب و قبول ہے۔ اور یہی جناب کی تحقیق ہے ذرا انصاف کرنا۔

”قال الرازی انہ لا یبقی فرق بین الانسان و بین البہائم من غیر اختصاص من الذکرون بالاناث“ تحقیق شان یہ ہے کہ انسان اور حیوان میں (بغیر گواہوں کے) کوئی فرق نہ رہ جائے گا جب تک مردوں کا عورتوں سے اختصاص پیدا نہ ہو جائے۔

”انہ لیس المقصود من المرأة مجرد قضاء الشهوة بل ان يتصرف شریکة الرجل فی ترتیب المنزل واعداد مهماته من المطعوم والمشرب والمبلوس وان تكون ربہ البيت وحافظة للباب وان تكون قائمة بامور الاولاد والعید وهذه المهمات لا تتم الا اذا كانت مقصورة الہمة علی هذا الرجل الواحد ومنقطع الطمع عن سائر الرجال“ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۹۴)

عورت سے مجرد قضاءِ شہوت مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود اصلی یہ ہے کہ عورت مرد کے ساتھ ہر ترتیب منزل میں اور باقی خانیگی امور میں جیسے کھانا پکانا، پانی، لباس وغیرہ میں اور حفاظت گھریں اور پرورش اولاد وغیرہ میں اور یہ تمام امور پورے نہیں ہوتے جب تک کہ عورت ایک مرد پر اختصاصی طریقہ سے بند نہ ہو جائے اور تمام مردوں سے منقطع الطمع نہ ہو جائے۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ جب تک عورت کا اختصاص علی رؤس الاشہاد ایک مرد سے

نہ ہو جائے۔ اس وقت تک نہ یہ زوجہ ہے، نہ منکوحہ ہے نہ زوج زوجہ ہے۔

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب "متعد اور اسلام" کے ص ۲۶ پر ایک خیالی و دہی گھوڑا دوڑایا ہے کہ کافی سے زائد انسان سفر کر رہے ہیں اور ایک مکان پر قرار بھی نہیں کھڑے اور بیوی کے عقد دائمی کے زنجیروں میں مجبوس ہونا نہیں چاہتے اور جذبات نفسانی بھی رکھتے ہیں اور کبھی کبھی گھر میں منکوحہ کسی شدید مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے جس سے جذبات نفسی پورے نہیں کئے جاسکتے تو ان صورتوں کا شریعت میں ضرور کوئی حل ہونا چاہیے اور وہ حل متعد کی صورت میں ہے۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ اس قسم کے احتمالات سے کام نہیں چلتا۔ (دیکھو فتح الباری ص ۱۳۹ جلد ۱ مطبوعہ مصر)

"وقد دللنا وقلنا غیر مرة ان الاحتمالات العقلیہ لا مدخل لہا فی الامور النقلیۃ" ہم دلیل پیش کر چکے اور کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ احتمالات عقلیہ کو امور شرعی میں کوئی دخل نہیں ہے۔

"وقد منا ان التجویزات العقلیہ لا یلیق استعمالہا فی الامور النقلیۃ" (فتح الباری ص ۱۳۲ جلد ۱ مطبوعہ مصر) اور ہم اول بیان کر آئے ہیں کہ تجویزات عقلیہ کو امور شرعی نقلی میں کوئی دخل نہیں ہے۔

(فائدہ) علی نقی صاحب! یہ جناب کا تیرا شکل اپنے نشانہ پر ٹھیک نہیں بیٹھتا مجتہد صاحب! تو ہمی گھوڑے کے لئے میدان وسیع ہے اس سے بھی آگے جاسکتا ہے یہ جناب کی تجویزات عقلیہ ہیں جن کو شریعت اسلامی سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے عقلیات سے امور نقلی کبھی ثابت نہیں کئے جاسکتے۔ آپ اپنی عقل سے جذبات نفسی و خواہش نفسی کو متعد کی اباحت کی دلیل بناتے ہیں۔ چونکہ خواہش نفس موجود ہے لہذا متعد حلال ہوا۔ کیا خوب دلیل ہے۔ اور جو شخص دائمی نکاح کی قید میں بند نہیں رہنا چاہتا۔ خدا اور رسول کے مقرر کردہ

قانون کی پابندی اس کو پسند نہیں۔ تو اسلام سے آزاد ہو جائے۔ اسلام خواہشات کا تابع نہیں ہے خواہشات کو اسلام کے تابع کرنا ہوگا۔ باقی گھر میں بیوی شدید مرض میں مبتلا ہے تو چار عورتوں سے عقد کی اجازت ہے اور کر لے۔

اعلان : اپنا مروجہ متعہ جس کو آپ محبوب سمجھتے ہیں اس کا ثبوت دین قول رسول سے کہ زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی وقت گھر میں اس کی اباحت کا حکم رسول اللہ نے دیا تھا۔ بعد گھر کا نام نہ لیں۔ ورنہ باز آجائیں۔ اچھا ! تو یہ فرمانا کہ ایک مسافر بقول جناب کے ایک مقام پر نہیں ٹھہرتا سفر کرتا رہتا ہے۔ دس بیس سال سفر کیا۔ اور اس سفر میں متعہ ہر مکان میں کرتا رہا۔ اس متعہ سے اولادیں بھی پیدا ہوئیں پھر اس مکان پر واپس نہیں آیا۔ اس اولاد کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا ؟ رات کو چوری متعہ کر کے چلا گیا پھر اولاد ہوتی لوگ اس گاؤں کے کیا کہیں گے ؟ پھر وہی شخص پندرہ سال کے بعد اس مکان پر آیا پھر غلطی سے اپنی لڑکی سے متعہ کر بیٹھا بوجہ عدم علم کے یا اس کا کوئی بھائی یا بیٹا اس مکان سے گزرے اس نے اس لڑکی سے متعہ کر دیا ان سے جو اولاد ہوگی اس کو کیا کہا جائے گا یہ ہے متعہ کا کرشمہ۔

## متعہ اور نکاح

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۹ پر بیان فرمایا ہے کہ متعہ اور نکاح میں کوئی فرق نہیں چونکہ ان کی شرائط و قیودات متحدہ ہیں چونکہ نکاح میں جذبات نفسی کا پورا کرنا مقصود ہوتا ہے نہ ہمیشہ حصول اولاد اور متعہ میں بھی جذبات نفسی کا پورا کرنا مقصود ہوتا ہے اور متعہ کبھی دس بیس سال بلکہ سو پچاس سال تک کے لئے کیا جاتا ہے جس سے آگے انسان کی عمر متجاوز ہونے کی توقع ہی نہیں ہوتی۔



(اجواب) اول متعہ کا مفہوم سمجھ لیا جائے تاکہ نکاح اور متعہ میں فرق معلوم ہو جائے اور علی نقی کی دیانت داری واضح ہو جائے۔

”اصل المتعہ والمتاع ما ينتفع به انتفاعا غير باق بل منقضيًا عن قریب ولهذا يقال الدنيا متاع ویسعی التلذذ تمتعًا لا نقطاعه بسرعة وقلة لبثه“ (کبیر ص ۲۷۲ جلد ۲) متعہ اور متاع اصل میں وہ چیز ہوتی ہے جس کے ساتھ نفع اٹھایا جائے غیر باقی رہنے والی ہو بلکہ جلدی سے ضائع ہو جانے والی ہو اسی وجہ سے دنیا کا نام متاع رکھا گیا ہے اور تلذذ ولذت کا نام بھی تمتع رکھا جاتا ہے کہ یہ بھی جلدی منقطع ہو جاتا ہے اور تھوڑا وقت ٹھہرتا ہے۔ (فائدہ) ثابت ہوا کہ متعہ بالنسب تلذذ ولذت پر بولا جاتا ہے جو جلدی زائل ہو جاتا بہر حال متعہ دیر پا چیز پر نہیں بولا جاتا۔ لہذا علی نقی کا یہ کہنا کہ متعہ سوچا پس برس تک کے لئے بھی کیا جاتا ہے غلط ہوا متعہ بھی ہو اور سو سال تک بھی۔

(۲) نیز متعہ نابالغہ لڑکی میں نہ کیا جائے گا۔ چونکہ ان میں شہوت کا مادہ ہی نہیں، تو تلذذ کہاں ہوگا؟ نیز متعہ میں گواہ شرط نہیں ہیں۔

(۳) نیز متعہ خود بخود زائل ہو جاتا ہے وقت گزرنے پر۔

(۴) نیز ہمیشہ جذبات نفسی کو پورا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے نہ اولاد کے لئے ورنہ متعہ میں گواہ شرط ہوتے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ سے ثابت کیا گیا ہے کہ جس نکاح میں میراث اولاد کو مقصود ہوگا اس میں گواہ شرط ہوں گے۔

(۵) نیز متعہ میں لڑکی والوں کو سسرال سے تعبیر کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی کیا جاتا ہے۔ اب ذرا نکاح کا معنی اور مفہوم بھی سمجھ لیں اور طلاق کا بھی۔

”ومعنی الطلاق هو حل عقد النکاح“ (کبیر ص ۲۳۹ جلد ۲) طلاق کا معنی ہے،

کھول دینا اگر نکاح کو۔ نکاح کا مفہوم ہوا اگر لگانا اور حل اگرہ طلاق ہوتی۔

(فائدہ) عقد نکاح کا معنی تلذذ کا نہ ہوا۔

(۱) تو نکاح خود بخود زائل نہ ہوگا بلکہ طلاق سے حل ہوگا۔

(۲) نکاح میں بلوغت شرط نہیں ہے۔

(۳) عقد نکاح میں گواہ شرط ہیں، متنعہ میں نہیں۔

(۴) نکاح کی وضع حصول اولاد کی وجہ سے ہے نہ کہ متنعہ میں۔

(۵) نکاح میں جانبین سسرال کہلاتے ہیں نہ کہ متنعہ میں۔

اب قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذرا غور کرنا۔

”قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رخص لنا ثلاثہ ایام۔“ حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم نے صرف تین دن رخصت فرمائی نکاح موقت کے لئے پھر حرام فرمادیا تھا قیامت تک کھیتے۔

علی نقی صاحب سوچ پاس برس کے لئے متنعہ کرنا اگر جائز ہے تو قول رسول اور

فعل صحابی سے پیش کریں۔ رسول اللہ تو نکاح موقت کی اجازت صرف تین دن کے لئے

دیں اور آپ سوچ پاس برس تک کریں۔ یہ مخالفت رسول نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب کا تجویز کردہ متنعہ کی اجازت ہرگز رسول خدا سے نہ فعل صحابہ سے ثابت

ہے نہ جناب ثابت کر سکتے ہیں متنعہ کو خیر کے غزوہ کے دن قبل از وقوع رسول اللہ نے

حُرمت کا اعلان کر دیا تھا۔ کسی صحابی سے متنعہ کا فعل ثابت نہ ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ جو ہوا وہ

نکاح موقت تھا نہ کہ متنعہ۔ پھر یہ متنعہ اور نکاح موقت قول رسول سے حرام ثابت ہیں جب

حرام ثابت ہیں تو بعد حُرمت کسی کا قول یا فعل قابل قبول نہ ہوگا نہ ہی حجت ہوگا۔ باقی جن

صحابہ سے قولاً یا فعلاً اباحت متنعہ یا نکاح موقت ثابت ہوتی ہے ان کا قول یا فعل دو

حالتوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو انھوں نے عمداً مخالفت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ہے۔ بعد بیان حرمت متعہ کے یا ان کو حرمت متعہ کی حدیث کا علم نہیں ہوا۔ ایک مومن یوں ہی کہے گا کہ ان کو حرمت متعہ کا علم نہیں ہوا تھا۔ اور جب علم ہوا۔ تو فوری رجوع کر لیا تھا جیسا کہ آگے آجاتا ہے۔ اور اسی حرمت متعہ پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ متعہ اور نکاح دائمی ایک چیز نہیں۔ دونوں کو ایک کہنا علی نقی کی غلطی ہے۔

علی نقی صاحب کو لفظ نکاح و زوجہ سے دھوکہ لگا اور غریب نے غلطی کر کے ٹھوکر کھائی ہے اس بنا پر متوعہ عورت کو منکوحہ و زوجہ میں داخل سمجھا۔ علی نقی صاحب آپ نے بس دلیل سے متوعہ کو زوجہ و منکوحہ میں داخل فرمایا ہے۔ وہ دلیل پیش کریں۔ آپ نے اپنی کتاب "متعہ اور اسلام" میں کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی۔ قرآن کریم میں بس زوجہ اور منکوحہ کا ذکر ہے۔ اس کے مقابل طلاق بھی مذکور ہے اور خلع بھی اور اظہار بھی اور ایلا بھی اور میراث بھی مذکور ہے۔ اور اس منکوحہ و زوجہ کے متعلق تعدوی ہدایت بھی مذکور ہے۔ کہ چار تک نکاح میں لا سکتے ہیں۔

قال تعالى: "فان خفتم ان لاتعدلوا افواحدة"

اگر چار میں یا دو تین میں انصاف نہ کر سکیں تو بس ایک ہی کافی ہے۔

علی نقی صاحب! آپ وہ آیت قرآن کریم سے پیش کریں جس میں قیودات و شرائط متعہ مذکور ہوں جس طرح نکاح صحیح کے مذکور ہیں۔ بقا کہ معلوم ہو جائے کہ متوعہ بھی زوجہ ہے مگر آیت ایسی پیش کریں جس میں یہ مذکور ہو کہ ایک نکاح وہ بھی ہے جس میں نہ طلاق کی ضرورت ہے نہ اس منکوحہ کو میراث ملے گی۔ نہ اس کے لئے خلع ہے نہ اظہار ہے نہ ایلا۔ اگر یہ شرائط متعہ کے لئے مذکور نہیں۔ آپ نے قرآن کی تحریف کی ہے اور عرف میں بھی متوعہ

کو زوجہ نہیں کہا جاتا۔ عرف میں جب ہی زوجہ یا منکوحہ کا ذکر کیا جائے گا۔ تو فوراً ذہن منکوحہ  
 بنکاح صحیح کی طرف منتقل ہوگا۔ نہ کہ ممتوعہ کی طرف بلکہ اس کو عرف عام میں کوئی نکاح کہتا ہی  
 نہیں بلکہ اس کو متعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور استعمال قوم ہی حقیقت کی دلیل ہوتی ہے اور  
 عرف قوم میں اور استعمال قوم میں نکاح سے نکاح صحیح ہی مراد لیا جاتا ہے چونکہ ان دونوں  
 کے نام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک کا نام نکاح دوسرے کا نام متعہ ہے۔  
 ”تفسیر روح المعانی میں زیر آیت ”فَاللَّاتُ هُمُ الْعَادُونَ“ لکھا ہے کہ ممتوعہ نہ باندی  
 ہے نہ زوجہ۔

”والایت ظاہرۃ فی ردھا (ای) متعہ لظہور ان المعارة للجماع لیست  
 بزوجة ولا مملوكة۔“ آیت رد متعہ میں ظاہر ہے چونکہ یہ بات کہ مستعارہ مانگی ہوئی عورت وطی  
 کے لئے نہ زوجہ میں داخل ہے نہ لونڈی میں۔

قال تعالیٰ ”ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات  
 فما ملکت ایمانکم۔“ جو شخص تم میں طاقت نہیں رکھتا کہ نکاح کرے ایمان والی عورتوں سے تو  
 پس اُن سے کرے کہ مالک ہوئے دائیں ہاتھ تمہارے۔

الحق قولہ۔ ذلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم وقال اللہ  
 تعالیٰ۔ ولست تعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ  
 یہ حکم اس شخص کے لئے ہے کہ ڈرے بدکاری سے اور اگر صبر کر دے تو اچھا ہوگا تمہارے لئے اور بچتے رہیں  
 وہ لوگ جو نکاح نہیں پاتے یہاں تک کہ اُن کو خدا تعالیٰ اغنی کر دے اپنے فضل سے۔

(فائدہ) منکوحہ بنکاح صحیح کے بعد لونڈی کا ذکر کرنا متعہ کی بیخ کنی کرتا ہے ورنہ متعہ تو  
 چار آنہ پر کیا جاسکتا تھا۔ اور لونڈی پر ہزاروں روپیہ خرچ آتا ہے۔ دوم فرمایا لونڈی سے نکاح



سے صبر کرنا اچھا ہے اگر متعہ مباح ہوتا تو صاف حکم دیا جاتا کہ لونڈی اگر نہیں کرنا چاہتے تو ڈوانہ پر ایک جماع کے لئے متعہ کر لیا کریں۔ سوم ذالک لمن خشى العنت کی قید نے متعہ کی جڑ اکھاڑ دی ہے۔ فرمایا لونڈی سے نکاح کی اجازت خوف زنا کی وجہ سے دی ہے اگر متعہ مباح ہوتا تو فرما دیا ہوتا۔ لونڈی نہ کریں اگر ڈر بدکاری کا پیدا ہو جائے تو متعہ کر لیا کریں چونکہ متعہ تو ایک جماع کے لئے چار گھنٹہ چار رات کے لئے بھی کیا جاسکتا تھا دو چار آنہ پر۔

## علی نقی اور اقوال علماء شیعہ

علی نقی صاحب نے ”متعہ اور اسلام“ کے ص ۴۹ پر اقوال علماء شیعہ کو پیش کرنا شروع کیا ہے کہ متعہ زن بھی زوجہ میں داخل ہے اور اس دعوے پر بارہ کتابوں کے حوالہ جات سپرد قلم کئے اول تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ متعہ زن زوجہ منکوحہ میں داخل نہیں یہ علی نقی صاحب کی ذاتی اجتہاد تھی اور دیگر علماء شیعہ کی بھی۔ چونکہ ان میں ایک حدیث بھی امام سے منقول نہیں بلکہ امام جعفر و امام باقر دونوں متعہ کو زوجہ سے خارج فرما گئے ہیں جب ائمہ معصومین زوجہ منکوحہ سے متعہ زن کو خارج فرمائیں تو علماء کی کیا ہستی ہے کہ وہ اس کو زوجہ میں داخل فرمائیں لہذا نقی صاحب و دیگر علماء کے اقوال سب مردود ہوئے جو کہ ان بارہ میں سے ایک نے بھی ایک حدیث ائمہ کرام سے اپنے دعوے پر پیش نہیں کی یہ ان مولویوں کی ذاتی رائے ہے اگر صادق تھے تو تو امام کا قول پیش کرتے امام زوجہ میں متعہ کو داخل نہیں کرتے۔

”عن الجہ جعفر علیہ السلام فی المتعہ قال لیست من الاربع ولا ترث واما مستاجرة“ (فروع کافی)۔ امام جعفر علیہ السلام سے مروی ہے متعہ کے متعلق فرمایا متعہ عورت چار عورتوں سے نہیں یعنی زوجہ منکوحہ سے نہیں اور نہ وارث ہوگی اور سوائے اس کے نہیں کہ مستاجرہ ہے۔

(فائدہ) نہ زوجہ میں داخل ہے نہ وارث ہوگی بلکہ حصر کر کے فرمایا یہ تو جماع کے لئے  
مستاجرہ ہے۔ اُجرت پر اس سے وٹی کی جا رہی ہے۔ دوم روایت امام باقر سے جس کے  
آخری الفاظ یہ ہیں۔

”قال لیست لهذا مثل المرأة هذه مستاجرة“ امام باقر نے فرمایا یہ ممتوعہ عورت زوجہ  
منکوحہ نہیں بلکہ یہ اُجرت پر خریدی گئی کہ اس سے جماع کیا جائے۔ (فروع کافی)

”عن الجب بصیر قال سئل ابو عبد الله عليه السلام عن المتعة اهي  
من الاربع قال لا ولا من السبعين“ (ملاکحضرہ الفقیہہ ص ۱۲۹ جلد ۲) ابو بصیر سے ہے کہ امام باقر سے  
سوال ہوا کہ ممتوعہ زن چار عورتوں سے ہے فرمایا نہیں وہ ستر جو لونڈیاں ہیں ان سے بھی نہیں۔

”عن بکر بن محمد الازدی قال سئلت ابا الحسن عليه السلام اهي من  
الاربع قال لا“ بکر بن محمد کہتا ہے کہ میں نے امام رضا سے سوال متعلق کیا کہ کیا ممتوعہ عورت  
چار عورتوں سے ہے فرمایا نہیں یعنی زوجہ میں داخل نہیں ہے۔

(فائدہ) ممتوعہ عورت باقوال ائمہ معصومین کی رو سے نہ زوجہ میں داخل ہے نہ لونڈی  
میں بلکہ مستاجرہ ہے۔

## فرمان ائمہ کہ ممتوعہ لونڈی کے حکم میں ہے

”سأله الفضل بن يسار عن المتعة فقال هي كبعث امانك“ (ملاکحضرہ الفقیہہ ص ۱۲۹)  
امام سے فضل بن یسار نے سوال کیا ممتوعہ عورت کے متعلق تو امام نے جواب دیا یہ بعض باندیوں کی  
مثل ہے۔

”عن الجب عبد الله عليه السلام قال قلت كم تحل من المتعة فمتال

ہن بمنزلة الاماء۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے سوال کیا کس قدر عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ لونڈی کے قائم مقام ہیں۔

”عن زرارة بن اعين قال قلت ما تحل من المتعة قال كم شئت وكان فيما روى ابن جريح قال ليس فيها وقت ولا عدد انما هي بمنزلة الاماء يتزوج منهن ما شاء بغير ولي ولا شهود فاذا انقضى الاجل بانت منه بغير طلاق۔“ (فروع کافی ص ۲۹۱ جلد ۲) زرارة امام صاحب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام صاحب سے سوال کیا ممتوعہ کے متعلق کہ کتنی عورتوں سے متعہ کیا جاسکتا ہے فرمایا جس قدر چاہیں اور ابن جریح کی روایت میں ہے کہ ممتوعہ عورتوں میں نہ وقت کی قید ہے نہ تعداد کی۔ لا تعداد سے متعہ کر سکتا ہے یہ باندیوں کے حکم میں ہیں جتنی سے چاہے متعہ کرے بغیر اجازت ولی کے اور بغیر گواہوں کے جب وقت ختم ہوا تو بغیر طلاق کے جدا ہو جائے گی۔

(فائدہ) کیوں علی نقی صاحب! اس صاف زمار کو مشکوٰۃ و زوجہ میں داخل کرتے ہو خوف خدا دل میں نہ آیا تھا کہ کل میرا ہے خدا کے پاس جانا ہے۔ علی نقی صاحب اگر اس متعہ کو ایک منٹ کے لئے مباح تسلیم بھی کر لیں تو فرمائیے! کسی ذی عزت کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے کیا اس پر خوئی ریزی نہ ہوگی کتنی جانیں ضائع ہوں گی خوف خدا کریں اور امہ معصومین کی مخالفت سے باز آجائیں جس عورت کو امہ معصومین مستاجرہ بازاری عورت فرمائیں اور پیشہ ور بتائیں اس کو آپ زوجہ مشکوٰۃ میں داخل فرمائیں۔

علی نقی صاحب اس کا بھی جواب دیں کہ امہ اول تو ممتوعہ کو مستاجرہ عورت فرماتے مشکوٰۃ و زوجہ سے خارج کر کے اور باندی سے بھی بپھر اس ممتوعہ کو باندی میں داخل فرماتے ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے کونسی سچی ہے اور اس کا بھی جواب دیں کہ امام جب ممتوعہ کو

زوجہ سے خارج فرماتے ہیں تو آپ کے علمائے زوجہ میں امام سے مخالف ہو کر کیوں داخل کیا جواب دیں !

## متعہ بغیر ایجاب قبول

”عن زرارة بن اعين عن أبي عبد الله عليه السلام قال لا يكون المتعہ الا بامرین اجل مسمى واجرمسمى“ زرارة بن اعین کہتے ہیں امام جعفر صادق نے فرمایا کہ متعہ دو رکھنوں کا نام ہے وقت مقرر اور اجرت مقرر۔

(فائدہ) اس سے ثابت ہوا کہ ایجاب قبول متعہ کے ارکان سے نہیں ہیں بلکہ اس کا رکن وقت مقرر اور اجرت مقرر ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ممتوعہ عورت مستاجرہ بازاری عورتوں سے ہے نہ کہ زن منکوحہ سے۔ جیسا کہ علماء شیعہ نے تحریر کیا ہے۔

## متعہ میں نہ طہار ہے نہ لعان

”عن صادق عليه السلام لا ايلاء عن المرأة الامة ولا الذمية ولا التي يثمتع بهاء“ (شرح لمعة ص ۸۳ جلد مطبوعہ ایران) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا مرد نہ لعان کرے باندی کے ساتھ نہ ہی ذمیہ کے ساتھ نہ ہی ممتوعہ عورت کے ساتھ۔

”وذهب جماعة الى عدم وقوعه (ظہار) بهما القول الصادق عليه السلام الظہار مثل الطلاق والمتبادر من المماثلة ان تكون في جميع الاحكام ولان الظہار يلزم بالغلة او الطلاق وهو ههنا متعذر“ امام صادق کی وجہ سے ایک جماعت علماء کی عدم وقوع ظہار بر ممتوعہ کی طرف گئی ہے چونکہ ظہار مثل طلاق کے ہے اور مماثلت



سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ثالث تمام احکام میں ہو اور ظہار میں رجوع بھی کر سکتا ہے اور طلاق بھی دے سکتا ہے اور یہ چیزیں یعنی احکام ظہار کے لئے محال ہے۔

## شیعہ مذہب میں متعہ صرف ایک جماع کے لئے

”عن خلف بن حمار الخ هل يجوز ان يتمتع الرجل بشروط مرة واحدة قال نعم“ خلف بن حمار کا بیان ہے کہ میں نے امام صاحب سے دریافت کیا، آیا مرد کے لئے ایک باری کی شرط کر کے عورت سے متعہ کرے امام نے جواب دیا کہ ہاں! کر سکتا ہے۔

”عن القسم بن محمد عن رجل سماه قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن رجل يتزوج المرأة على عدد واحد فقال لا بأس ولكن اذا فرغ فليحصرل وجهه ولا ينظر“ (فروع کافی ص ۱۹۳ جلد ۲) قاسم بن محمد نے ایک شیعہ سے بیان کیا جس نے امام جعفر صادق سے سوال کیا تھا کہ کیا ایک مرد صرف ایک جماع پر عورت سے متعہ کر سکتا ہے امام نے فرمایا کر سکتا ہے مگر جب عورت سے فارغ ہو جائے تو عورت سے منہ پھیرے مکان جماع کی طرف نظر نہ کرے۔

”عن زهارة قال له هل يجوز ان تمتع الرجل بالمرأة ساعة او ساعتين فتال ساعة والساعتين لا توفقان على حد هما ولكن على عدد لوعده دين“ زرارہ صاحب نے امام صاحب سے سوال کیا تھا کہ کیا عورت سے ایک ساعت یا دو ساعت کے لئے متعہ جائز ہے تو امام نے جواب دیا کہ ساعت دو ساعت پر واقفیت مشکل ہے مگر ایک جماع یا دو جماع کے لئے متعہ کر سکتا ہے۔

(فائدہ) کیوں صاحب ”هل استحیت“ کیا اب بھی متعہ کو زوجہ میں داخل کرنے جرات کرو گے کیا اس کو بھی دنیا کا کوئی ذی عقل حیادار انسان زوجہ میں داخل کر سکتا ہے۔

مجتہد صاحب! لفظ مِرَّة اور عدد واحد اور عَرْدِین سے شیعہ کا ممتوعہ کا وقت کا تعین کرنا بھی باطل ہو گیا۔ نفی صاحب دُنیا میں سوائے شیعہ کے کوئی عقل والا انسان پیش کر سکتے ہیں جو اس عورت کو زوجہ و منکوحہ کہے جو صرف ایک جماع کے لئے اُجرت پر لی گئی ہو میں آپ کو تو نہیں کہتا۔ آپ تو بڑے محقق ہیں ساتھ ساتھ مجتہد بھی ہیں میں تو پوچھتا ہوں کوئی ذی عقل یقیناً ایک پیشہ والی عورت کو زوجہ نہ کہے گا۔

## مذہب شیعہ میں ممتوعہ عورت کے لئے میراث نہیں ہے

ولا توارث بینہما الا مع شرطہ فی العقد فیثبت حیثما یشرطانہ  
 اما انتمانہ بدون الشرط فلا اصل ولان اصل حکم شرعی یتوقف بشوقہ علی  
 ترطیف الشارع علیہ السلام ولم یثبت ہنا بل الثابت خلافہ لقولہ الصادق  
 علیہ وسلم من حدودہا ان لا ترثک : (شرح للمعصۃ ص ۸۲) ممتوعہ اور متمتع کے درمیان کوئی  
 میراث جاری ہوگا مگر اس وقت کہ شرط کریں وقت متمتع کے پس وقت شرط میراث کے میراث ہوگی اگر  
 شرط نہ کی گئی تو میراث ثابت نہ ہوگی۔ بدون شرط کے چونکہ قانون یہی ہے اور قانون شرعی کا ثبوت شارع  
 علیہ السلام پر موقوف ہوتا ہے جس کے لئے حضرت شارع علیہ السلام نے وظیفہ مقرر فرمایا ہے اس کے لئے  
 ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور شارع علیہ السلام سے اس کے خلاف ثابت ہے چونکہ امام جعفر نے فرمایا کہ  
 متمتع کی تعریف میں داخل ہے کہ ممتوعہ تمھاری وارث نہ ہوگی۔

”عن زرارہ بن اعیین عن الجعفر علیہ السلام قال لیس بینہما میراث  
 اشترطا اولہم یشرطا“ زرارہ صاحب امام باقر سے بیان کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے  
 فرمایا ہے کہ متمتع میں میراث نہیں ہے خواہ شرط کریں یا نہ کریں میراث نہ ہوگی۔

”عن ابی عبد اللہ علیہ وسلم یحل الفرج بثلاث نکاح میراث و نکاح  
بلامیراث وبملاک یمین اتزوجک متعة علی کتاب اللہ وسنة نبیہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نکاحا غیر سفاح و علی ان لا ترثنی ولا ارثک کذا و کذا“  
(فروع کافی ص ۱۹۱ جلد ۲) امام جعفر کا بیان ہے کہ عورت تین وجہ سے حلال ہوتی ہے نکاح جس میں  
میراث ہے اور دوم نکاح جس میں میراث نہیں ہے جیسا متعہ اور ساتھ لونڈی کے اور متعہ کرنے والا یوں  
کہے کہ میں تجھ سے متعہ کرتا ہوں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر نکاح نہ سفاح اور اس شرط پر کہ تو میری وارث  
نہ ہوگی اور میں تمہارا وارث نہ ہوں گا۔

”و علی ان لا ترثنی ولا ارثک“

ابو بصیر سے روایت ہے کہ متعہ میں یہ شرط ہے کہ تو میری وارث نہ ہوگی میں تمہارا وارث نہ ہوں گا۔  
(فائدہ) میراث نہیں تو زوجہ بھی نہیں۔

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۲ سے ۱۴۵ تک ممانعت متعہ و  
حرمت نکاح موقت کی احادیث پر تسخر اڑایا۔ کہ ان میں اختلاف ہے ایک کچھ کہتا ہے  
دوسرا کچھ کہتا ہے۔

(اجواب) علی نقی صاحب! متعہ اور نکاح موقت کی حرمت میں کسی کو اختلاف  
نہیں تمام حرمت پر متفق ہیں۔ خود سمجھ نہ آئے تو کسی عالم سنی سے پوچھ لیا ہوتا تو رسوائی کی نوبت  
نہ آتی۔ متعہ اور نکاح موقت کے تعین وقت میں اختلاف پیدا ہوا ہے نہ حرمت میں۔  
نفس حرمت متعہ میں اختلاف اور چیز ہے اور تعین وقت میں اختلاف اور چیز ہے۔  
اب ذرا جواب تسخر بھی سن لینا! سوائے فرقہ شیعہ کے تمام عالم اسلام کا اتفاق  
ہے کہ متعہ بزبان رسول حرام ہو چکا ہے۔ اور علمائے شیعہ میں بھی کچھ نہ پوچھئے کیا چہ میگوئیاں

ہو رہی ہیں۔ سبحان اللہ! جتنے منہ اتنی باتیں، ایک محقق صاحب فرماتے ہیں کہ ممتوعہ عورت  
 زوجہ منکوحہ میں داخل ہے۔ دوسرے صاحب محمد بن مسلم، واہ جی محقق صاحب امام جعفر تو  
 فرماتے ہیں۔ "لیست من الاربع ولا ثلث وانما مستاجرة"۔ ممتوعہ زوجہ نہیں نہ ہی وارث  
 ہوگی یہ تو اجرت پر لی گئی ہے کہ اس سے وطی کی جائے گی زوجہ کہاں ہے؟ تیسرے صاحب عمر بن  
 اونیہ آپ نے واہ جی امام جعفر تو ممتوعہ کو باندی کے حکم میں فرماتے ہیں مستاجرہ کہاں فقتال  
 بمنزلة الاماء۔ یہ بمنزلہ لونڈیوں کے ہیں۔ چوتھے صاحب اجی جناب نے تو یہ بات نئی  
 کہی۔ ہم ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں کہ امام جعفر نے متعہ کو نکاح بلا میراث فرمایا تھا یہ بمقابلہ  
 باندی کے اور متعہ و ملک میں ہیں، تو امام نے تضاد و تعادل قائم کیا ہے۔ پھر باندی کیسی؟  
 پانچویں بڑے صاحب، آپ لوگوں کی باتوں پر کون اعتبار کرے امام جعفر نے متعہ کو کب  
 نکاح فرمایا ہے نکاح میں تو ایجاب و قبول ہوتا ہے جو نکاح کے رکن ہیں جبکہ متعہ کے رکن  
 امام جعفر صاحب دو فرماتے ہیں "لا یكون المتعة الا بامرین اجل مسی واجر مسی"۔  
 متعہ کے لئے دو امر ضروری ہیں وقت مقررہ، اجرت مقررہ لہذا یہ مستاجرہ عورت بازاری ہوتی نہ کہ منکوحہ۔  
 چھٹے صاحب، او بھائیو! بے اتفاقی بُری چیز ہوتی ہے میں فیصلہ کرتا ہوں ائمہ کرام کا کلام  
 ایک راز ہوتا ہے جو ملک مقرب و نبی مرسل و مومن بس کے دل کا خدا امتحان کر چکا ہو  
 ان کے علاوہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا نہ کوئی سمجھ سکتا ہے ویسے تم خود بھی جانتے ہو ایک ہی  
 امام جعفر کسی وقت تو ممتوعہ کو بازاری عورت پیشہ و مستاجرہ فرماتے ہیں اور پھر اس کو باندی بھی  
 فرماتے ہیں کبھی ایجاب قبول شرط فرماتے ہیں متعہ میں کسی وقت صرف اجرت مقرر ہو اور  
 کبھی وقت۔ یہ کیا دین ہے یا تمسخر؟

علی نقی صاحب! آپ نے اپنے گھر کا اتفاق سن لیا ہے؟

## متمتعہ شیعہ اور عدت

مجتہد صاحب متمتعہ اور نکاح میں مساوات قائم کرنے کے لئے اپنی کتاب کے ص ۶۱ تانے پر فرمایا ہے کہ متمتعہ عورت پر بھی عدت ہے بعد القضاء عدت متمتعہ۔

اجواب : علی نقی صاحب ! متمتعہ عورت کو کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی زوجہ منکوحہ میں داخل کرنے کے لئے تیار نہیں متمتعہ دس منٹ یا سات منٹ کے لئے ڈوانہ پر بھی کیا جاسکتا ہے کہاں نکاح چونکہ منکوحہ جن کا نکاح صحیح مطلقہ کی عدت تین حیض ہے اور متمتعہ بعد القضاء وقت کی عدت دو حیض ہے۔ لا یحل بیغک حتی تنقض عدتہا وعدتہا حیضتان۔ متمتعہ کی عدت غیر کی وطی کے لئے دو حیض کے بعد پاک ہو جائے گی۔ اور علی نقی صاحب اپنے رسالہ متمتعہ اور اسلام کے ص ۶۹ پر دبی زبان سے تسلیم بھی کر گئے کہ واقعی نکاح صحیح و متمتعہ کی عدت میں فرق ضروری ہے۔ باقی یہ اعتراض کرنا کہ باندی کو ذمیہ کو قاتلہ خاوند کو بھی میراث نہیں ملتی تو کیا وہ زوجہ میں داخل نہیں حالانکہ پھر بھی وہ زوجہ میں داخل ہے۔

اجواب : اجماعی حضرت صاحب ! سمجھتے تو خود نہیں اور اعتراض غیروں پر کرتے ہیں۔ باندی کو میراث اس لئے نہیں ملتی کہ غلام خود کسی چیز کا مالک نہیں اس کو میراث کہاں سے دی جائے۔ ذمیہ کو اختلاف دین کی وجہ سے محروم کیا گیا، قاتلہ کو بوجہ قتل کے۔ بھلا متمتعہ عورت میں کونسی چیز ان چیزوں سے پانی گئی تھی جس کی وجہ سے وہ میراث سے محروم کی گئی علی نقی صاحب ! اگر متمتعہ عورت منکوحہ و زوجہ میں داخل تھی اور آپ داخل ہی فرماتے ہیں۔ تو زوجہ منکوحہ کے لئے تو قرآن نے عدت۔ قزوینی حیض بیان فرماتی ہے اور متمتعہ کی عدت شیعہ نے دو حیض و نیا لیس دن قرآن کی یہ کس آیت سے اخذ کی ہے وہ آیت ذرا پیش



فرمائیں! منکوحہ بنکاح صحیح کو طلاق سے جدا کیا جاتا ہے۔ قرآن نے ممتوعہ کے لئے جو وقت مقرر کیا ہے وہ آیت پیش کرنا۔ منکوحہ بنکاح صحیح خلع بھی ہے لعان بھی ہے ظہار بھی ہے میراث بھی ہے اور گواہ بھی ہیں۔ اگر ممتوعہ کو زوجہ میں داخل فرمانے کی آرزو ہے تو یہ احکام بھی ممتوعہ کے لئے ثابت کریں ورنہ دنیا کے سامنے اس صاف سفید جھوٹ کو پیش نہ کریں کہ ممتوعہ بھی زوجہ ہے۔

## متاع اور اولاد متاع

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۸۳ پر فرمایا ہے کہ متاع سے جو اولاد ہوگی وہ واطی متمتع کی ہوگی اور اس پر صرف ایک حدیث ابن بزینغ کی امام رضا سے پیش کی جس حدیث کا راوی ہی مجہول ہے جیسا من لایحضرو الفقیہہ ص (سئال رجل ابالحسن علیہ وسلم) ایک مرد نے امام سے سوال کیا۔ اب خود ظاہر ہے کہ وہ رجل یعنی شخص کون تھا؟ ایسی مجہول روایات پر جس مذہب کی بنیاد ہو اس کا خدا ہی حافظ! اب مولوی علی نقی صاحب کو سابقہ صحیح احادیث کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جن میں ائمہ معصومین و علماء شیعہ و مجتہدین شیعہ کی تصریحات موجود ہیں کہ جس نکاح سے اولاد یا میراث مقصود ہو اس نکاح پر گواہوں کا ہونا شرط ہے جس نکاح میں گواہ نہ ہوں اس کے لئے نہ میراث نہ نسب صحیح ہوگی۔ ان احادیث کا جواب دیں جب متاع میں گواہ نہ تھے پھر نسب اولاد کس طرح صحیح تسلیم کی جائے گی۔ آپ ایک نظیر صوبہ پنجاب میں پیش کریں کہ فلاں جگہ فلاں لڑکی سے متاع ہوا بغیر گواہوں کے بغیر والدین و والیان طرفین کے۔ پھر اولاد ہوئی ہو اس کو میراث و ثمار نے دی ہو۔ کوئی مثال ہے تو پیش کریں اور ان کا نام بھی تحریر کریں۔

## ابتداء اسلام اور متعہ

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۸۸ سے ص ۹۶ تک صرف اسی امر کو ثابت کیا ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں جائز تھا اور اس کا جواز ایک استمراری امر پایا جاتا تھا۔ اور طویل مدت تک جائز رہا۔

الجواب : اس خدا کے بند سے کوئی پوچھے کہ خیر کے دن متعہ کی حرمت کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا تھا اور خیر سے اول جواز کا ثبوت ہی نہیں ہے اور کسی صحابی کے فعل سے ثابت نہیں۔ یہ اعلان حرمت متعہ قبل از وقوع ہوا جب کسی صحابی کے فعل سے متعہ ثابت ہی نہیں تو استمراری کہاں سے آگیا۔ یہ مروجہ متعہ جس پر شیعہ زور دے رہے ہیں اس کا ثبوت اسلام میں پایا ہی نہیں جاتا نہ ہی اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔ حرمت کا ثبوت ہے فتح مکہ کے دن نکاح موقت کا جواز صرف ایک صحابی سے تین دن کا ملتا ہے نہ متعہ کا۔ ہاں اگر جہالت کی رسوبات سے یہ متعہ بھی کوئی رسم ہو تو جہالت ہے۔ باقی بخاری میں جو جاہلیت کے نکاحوں کا ذکر ہے اور متعہ کا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہالت کے زمانہ میں بھی ممکن ہے کہ اس فعل قبیح کو نکاح میں داخل نہ کیا جاتا ہو بلکہ یہ ایک ایسی کوئی رسم ہو۔ دوم عدم ذکر متعہ سے عدم وجود متعہ لازم نہ آئے گا۔

”قال القرطبي الروايات كلها متفقة على ان زمن اباحت المتعة

لم يطل“ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ تمام حدیثیں اس پر متفق ہیں کہ زمانہ متعہ کا چند دن رہا ہے۔ لہذا نہیں ہوا تھا۔ (فتح الباری ص ۱۳۸ جلد ۹)

## حُرْمَتِ مُتْعَةِ نِكَاحِ مَوَاقِتِ اِجْمَاعِ مُتِّ

جو ہوا سو ہوا مگر آخر فرمانِ نبوی سے متعہ حرام ثابت ہے اور اس پر تمام اُمت کا اجماع و اتفاق ہے جن صحابہ یا تابعین سے خلاف ہوا بوجہ عدم بلوغِ حرمت کے ہوا پھر بلوغ کے بعد ان سے رجوع ثابت ہے۔

(۱) اعلم ان نکاح المتعة قد كان مباحا بين ايام خيبر و ايام فتح مكة الا انه صار منسوخا باجماع الصحابة حتى لو قضى بجوازه لم يجب زوا لو اباحه صار كافرا (مضمرات) اس بات کو جان لے کہ نکاح متعہ مباح تھا درمیان فتح خیبر اور فتح مکہ کے مگر بعد میں منسوخ ہو گیا باجماع صحابہ کرام کے حتیٰ کہ اگر قاضی شرعی جواز متعہ کا فتویٰ دے تو جائز نہ ہوگا اگر متعہ کو مباح کہے تو کافر ہو جائے گا۔ کذا فی المضمرات۔ کتاب مضمرات میں ہے۔

(۲) والاجماع انعقد على عدم جواز المتعة وتحريمها ما لا خلاف في ذلك في علماء الامصار الا طائفة من الشيعة (تفسير مظہری ص ۵۷) متعہ کے حرام ہونے پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے کسی عالم کو اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں، سوائے جماعتِ شیعہ کے۔

(۳) "وكان تحريم تايبدا لاختلاف بين الاثمة وعلماء والامصار الا طائفة من الشيعة" (فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۳۴ جلد ۲) متعہ کے ہمیشہ کے لئے حرام ہونے پر تمام شہروں کے علماء کا اتفاق ہے سوائے شیعہ کی ایک جماعت کے۔

(۴) "ثم اجمع السلف والخلف على تحريمها الا من لا يلتفت اليه من الروافض" (فتح الباری ص ۱۳۹ جلد ۹) پھر تمام علماء سلف و صالحین و خلف کا حرمتِ متعہ پر اتفاق

ہے سوائے شیعہ کی جماعت کے جن کی طرف توجہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) "وقد اختلف السلف في نكاح المتعة قال ابن المنذر جاء عن  
الواصل الرخصة فيها ولا أعلم اليوم بخيرها الا بعض الرافضة ولا معنى  
لقول يخالف كتاب الله وسنة رسوله" (فتح الباری ص ۱۳۹ جلد ۹) سلف صالحین میں اختلاف  
ہوا۔ ابن منذر نے کہا کہ متقدمین میں سے اباحت کی اجازت پائی جاتی ہے۔ مگر آج کل دنیا میں کوئی  
اُدی بھی متعہ کی حرمت میں مخالف نہیں مگر بعض شیعہ کے۔ مگر ان کا یہ قول قرآن و حدیث کے مخالف  
ہے۔ اس لئے اُن کا قول بے معنی ہے۔

(۶) "قلنا ثبت النسخ باجماع الصحابة وابن عباس صح رجوع الح  
قولهم فتقرر الاجماع" (فتح القدير ص ۳۳ جلد ۲) ہم کہتے ہیں کہ متعہ باجماع صحابہ کرام منسوخ  
ہو چکا ہے۔ اور ابن عباس اس اباحت متعہ سے رجوع کر کے حرمت متعہ کے قائل ہو گئے تھے۔ اور  
صحابہ کرام سے حرمت متعہ پر متفق ہو گئے تھے۔ لہذا تمام صحابہ کا اجماع ہوا۔

(۷) "قال عياض ثم وقع الاجماع من جميع العلماء على تحريمها  
الا الروافض" (فتح الباری ص ۱۳۸ جلد ۲) قاضی عیاض نے کہا کہ پھر تمام علماء دین کا حرمت متعہ پر  
اتفاق ہو چکا ہے مگر شیعہ کی جماعت قائل نہیں ہے۔

(۸) "ثبت النسخ باجماع الصحابة وابن عباس صح رجوعه الح  
قولهم فتقرر الاجماع" (ہدایہ شریف ص ۲۹۳ جلد ۲) متعہ کا منسوخ ہونا باجماع صحابہ کرام  
ثابت ہے اور عبد اللہ بن عباس نے رجوع کر لیا تھا۔ اور حرمت متعہ پر صحابہ کرام سے متفق ہو گئے  
لہذا تمام صحابہ کرام کا حرمت متعہ پر اتفاق ثابت ہو گیا۔

(۹) "قال الخطابي تحريم المتعة بالاجماع الا بعض الشيعة"

(فتح الباری ص ۱۳۸ جلد ۲) خطابی نے کہا کہ حرمت متعہ اجماعی ہے مگر بعض شیعہ قائل ہیں۔

(۱۰) "فقال بعضهم باباحتهالعدم البلوغ النسخ ثم رجعوا عن الاباحه وقالوا بحرمتها فانعدت الاجماع على حرمتها" (بذل المجہود شرح ابو داؤد ص ۱ جلد ۳)۔ پس بعض صحابہ یا تابعین سے متعہ کی اباحت جو ثابت ہوتی ہے وہ عدم بلوغ نسخ کے یعنی حرمت متعہ کی حدیث اُن کو نہ پہنچی تھی۔ جب حدیث رسول کا علم ہوا کہ رسول خدا نے متعہ حرام فرمایا ہے تو پھر تمام نے متعہ کے حرام ہونے پر اتفاق کر لیا۔

(۱۱) "وذهب جمهور العلماء من الصحابة فمن بعدهم الى ان نكاح المتعة حرام" (خازن مصری ص ۲۲۳ جلد ۵) تمام علماء صحابہ کرام اور بعد صحابہ کرام حرمت متعہ پر متفق ہیں۔

(۱۲) "واما الاجماع فان الامة باسرها امتنعوا عن العمل بالمتعة مع ظهور الحاجة لهم اليها" (فتح الملہم ص ۴۴۲ جلد ۳) بہر حال اجماع اُمت حرمت متعہ پر یہ ہے کہ تمام اُمت نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے حالانکہ متعہ کی طرف سخت محتاج بھی تھے۔

(۱۳) "ثم اتفق العلماء على تحريمها (متعہ) وهو كالاجماع بين المسلمين" (مسوی شرح موطا امام شاہ ولی اللہ ص ۲ جلد ۲) پھر تمام علماء اُمت حرمت متعہ پر متفق ہو چکے ہیں کوئی مسلمان اس میں خلاف نہیں۔

(۱۴) "ونقل ابو عبيدہ الاجماع على نسخها اي متعة النساء" (تفسیر تبصیر الرحمن ص ۱۴۶ جلد ۱۰) ابو عبیدہ نے متعہ کے نسخ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۱۵) عن بسرة الجهنی والجب هریرة حدیث صحیح حسن والعمل

علیٰ هذا عند اهل العلم من الصحابة وغيرهم: (ترمذی ص ۱۳۳ جلد ۱)  
 حرمت متعہ کی حدیث بسرہ جہنی کی جو ابو ہریرہ سے آئی ہے وہ سن صحیح ہے اس حرمت متعہ پر  
 اہل علم صحابہ کرام وغیرہ کا عمل تھا۔

(۱۶) "امرا کثر اهل العلم تحريم المتعة وهو قول الثوري  
 وابن المبارك والشافعي واحمد واسحاق" (رواه الترمذی) حکم اکثر اہل علم کا تحریم متعہ کا ہے  
 اور یہی حکم ہے سفیان ثوری کا اور عبد اللہ بن مبارک و امام شافعی و امام احمد و اسحاق کا۔

(۱۷) "وثبت حرمة المتعة باجماع الصحابة والابحاث قوی  
 من هذا" (تفسیر ابو جعفر نجاشی النسخ المنسوخ ص ۱۰۵ جلد ۱) اور حرمت متعہ پر تمام صحابہ کرام  
 کا اجماع ہے اور اجماع بہت قوی ہے۔

(۱۸) "فقد اختلف العلماء في هذه بعد اجماع من تقوم به  
 الحجة ان المتعة حرام بكتاب الله وسنة رسوله وقول خلفاء الراشدين  
 المهديين" (تفسیر ابو نجاشی) علماء کا اختلاف ہوا تھا اس میں بعد کو اجماع ہوا۔ ان علماء کا  
 جن کا قول حجت و دلیل ہے کہ متعہ حرام ہے قرآن سے و حدیث رسول سے و خلفائے راشدین  
 کے حکم سے۔

(۱۹) "ان ابن عباس لما خاطبه علي رضي الله عنه بهذا لم يحاججه  
 وفصار تحريم المتعة اجماعا لان الذين يحلون لها اعتمادهم على ابن  
 عباس" (تفسیر نجاشی ص ۱۰۶) جب حضرت علیؑ نے ابن عباس سے خطاب کیا اور ابن عباس  
 نے حضرت علیؑ کو کوئی جواب نہ دیا اباحت متعہ کا تو پس حرمت پر تمام کا اجماع ہو گیا۔ چونکہ لوگ  
 اباحت متعہ کے قائل تھے وہ ابن عباس کے قول پر بھروسہ رکھے ہوئے تھے۔ جب ابن عباس



نے رجوع کر لیا تو متعہ اجماعاً حرام ہو گیا۔

(۲۰) ”وظهر عن الصحابة تحريم ذلك فان عمر ابن الخطاب خطب بتحريمه على المنبر واصحاب رسول الله صلعم متوفرون فصار ذلك كالاجماع وانكر ذلك على رضى الله عنه لما بلغه اباحه ابن عباس انكار ظاهرا وقد حكي عنه رضى الله عنه الرجوع عن ذلك فصار حظره اجماعا من كل صحابة“ (تفسير تيزية القرآن قاضی عبد الجبار معتزلی کی ص ۸۴ مصری)۔ اور متعہ کی حرمت صحابہ کرام سے ظاہر ہے چونکہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیا تھا منبر پر اور اصحاب رسولؐ سب حاضر موجود تھے پس حرمت متعہ اجماعی ہو گئی چونکہ کسی نے حرمت کا انکار نہیں کیا تھا اور جب حضرت علیؓ کو ابن عباس کے مباح متعہ ہونے کی خبر ملی تو آپؓ نے ابن عباس پر سخت انکار کیا۔ اور حضرت ابن عباس کے رجوع کی روایت بھی موجود ہے۔ تو پس حرمت متعہ اجماعی ہوئی تمام صحابہ سے۔

(۲۱) ”واعلم انه تاء كه هذا باجماع التابعين على مذهب ابن عباس والاصح في اصول الفقه ان الاجماع الحاصل عقب الخلاف حجة“ (تفسير كبير ص ۱۲۱) اور جان لے اس امر کو کہ یہ بات باجماع تابعین نچتہ ہو چکی ہے اوپر ساقط کرنے مذہب ابن عباس کے اور اصول فقہ میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اجماع بعد خلافت بھی دلیل قوی ہوتا ہے۔

(فائدہ) گو قبل از عدم بلوغ نسخ متعہ و حرمت متعہ دو چار صحابہ یا تابعین نے خلاف کیا تھا اول تو دو تین صحابہ یا تابعین کی مخالفت کئی ہزار صحابہ کے مقابل کوئی معنی نہیں رکھتی مگر پھر بھی سب نے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ اور بعد رجوع تمام کا اتفاق حرمت متعہ پر ہو گیا تھا۔

(۲۲) "ان الذی جاء اذا انعقد علی الاجتهاد فانه یحرم مخالفتہ" (تفسیر

کبیر ص ۴ جلد ۳) جب اجماع اجتہاد کے ساتھ مل جائے تو وہ اجتہاد قطعی ہو جاتا ہے۔

(فائدہ) بسرہ جہنی کی حدیث جو امام مسلم نے نقل کی ہے اس کے ساتھ اجماع امت بھی مل گیا تو حرمت متعہ اجماعی و قطعی ہو گئی جیسا کہ قرآن سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ حرمت بھی قطعی ہے۔ اور پھر قانون یہ ہے کہ حلت حرمت کا جب کسی چیز میں اختلاف پیدا ہو جائے تو حکم حرمت کا ہو گا حلت کو ترک کیا جائے گا چیز کو حرام کہا جائے گا۔ لہذا متعہ کی حلت و حرمت میں بالفرض اختلاف مان لیا جائے تو پھر بھی عمل حرمت پر ہو گا نہ کہ حلت پر۔

(۲۳) "اذا تعارض دلیل التحريم ودلیل الاباحت فقد اجمعوا علی"

ان جانب الحرمۃ راجح" (تفسیر کبیر ص ۳۹۵ جلد ۵) اصول کا اتفاق ہے کہ جب دلیل حرمت و حلت کی مخالف و متعارض ہو جائیں تو حکم حرمت پر ہو گا۔

## متعہ اور قرآن کریم

علی نقی صاحب مجتہد شیعہ نے اپنی کتاب کے ص ۹۶ پر یوں سُرخِ قائم کی متعہ کے قرآنی دلائل۔ اور قرآن سے یہ آیت پیش فرمائی اپنے دعوے پر۔

"یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقوب"

ترجمہ: اے ایماندارو! اپنے عہد کی وفا کیا کرو۔

اجواب۔ وفائے وعدوں کی مراد ہے جو صحیح ہوں اور متعہ حرام ہے۔ کیا زنا

سے وفاء ہو و خدا کی ہوتی ہے سبحان اللہ! علی نقی صاحب علم مناظرہ سے خوب واقف

ہیں۔ نقی صاحب! اول متعہ کو ثابت کریں بعد میں اس کی وفا کی آیت پیش کریں حرمت متعہ پر اُمت کا اتفاق ہو چکا ہے اب وفاء عہد یہ ہو گا کہ متعہ کے نام سے بھی اجتناب کریں۔

تمام مسلمان عموماً اور شیعہ و علی نقی صاحب خصوصاً اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ قرآن کریم نے اس مروجہ متعہ کی نہ اجازت دی ہے نہ ہی متعہ کا قرآن میں کوئی ذکر ہے جب قرآن کریم سرے سے متعہ کا نام ہی نہیں لیتا تو پھر اس متعہ کا نسخ تلاش کرنا چہ معنی دار وہ متعہ منسوخ تو تب ہوتا کہ اس کی اباحت و جواز قرآن میں مذکور ہوتا۔ اور علی نقی صاحب اتنے بڑے دعویٰ کے بعد بھی کوئی آیت قرآن سے متعہ پر پیش نہ کر سکے صرف زبانی دعوئے کہ ممنوعہ زن زوجہ میں داخل ہے صرف تمہاری زبانی داخل ہے کوئی ثبوت تھا تو پیش کرتے۔ (دوم) مروجہ متعہ شیعہ عرب میں مروج تھا بطور عادت کے جس کو قرآن و اسلام نے حرام قرار دے دیا۔ اسلام نے کسی وقت اس کی اجازت نہیں دی۔ باقی رہا نکاح موقت اس کی اباحت و جواز حدیث رسول سے ملتی ہے اور اس کی حرمت پر اجماع اُمت ہو چکا ہے اور نکاح موقت کا ذکر عنقریب آجائے گا۔ اور آیت "فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجور هن" کو متعہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اس سے متعہ ثابت کرنا تحریف قرآن کے مترادف ہے اور تمام محققین مفسرین نے قول متعہ کو رد کر دیا ہے۔ اور نکاح صحیح ثابت کیا ہے مبروار سن لیں اقوال مفسرین۔

(۱) تفسیر بیان القرآن حضرت مولانا تھانوی ص ۱۸۸: "فما استمتعتم به منهن" کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔ اور بعض سے جو اس آیت میں الی اجل مسخ ہے وہ بطور تفسیر کے نہ اس آیت سے متعہ زیر بحث ثابت ہوتا ہے نہ ہی اس کا شان نزول متعہ

سے تعلق رکھتا ہے محققین کا مذہب ہے کہ اس آیت کا متعہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں چھایا گیا اس سے متعہ پر استدلال کیا جائے۔

(۲) شیخ زادہ ص ۲۶ مطبع بیروت: "فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن نزل لبيان حكم النكاح الصحيح وهو قول اكثر العلماء لا لباحة نكاح المتعة" پس آیت فما استمتعتم به نازل ہوئی واسطے بیان حکم نکاح صحیح کے اور اور یہی قول ہے اکثر علماء کا، نہ اباحت متعہ کے حق میں۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ آیت سے مراد متعہ نہیں بلکہ نکاح صحیح مراد ہے اور مراد باری تعالیٰ کا بدلنا تحریف قرآن ہے۔

(۳) تفسیر روح البیان ص ۲۹۱ جلد ۱: "فما استمتعتم به منهن ای بالذی انتفعتن به من النساء بالنكاح الصحيح من جماع او خلوة الصحيح" پس آیت فما استمتعتم به کا معنی یہ ہے کہ جس عورت سے تم جماع سے نفع اٹھاؤ، ساتھ نکاح صحیح کے یا خلوة صحیحہ کے۔

(۴) تفسیر خازن ص ۲۲۳ جلد ۱: "قال ابن جوزی فی تفسیر الایات وقد تکلف قوم من مفسری القرآن فقالوا المراد بهذا الایات نكاح المتعة ثم نسخت بما روی عن النبی صلعم انه نهي عن متعة النساء وهذا تکلف لا یحتاج الیه لان النبی صلعم اجاز المتعة ثم منع منها فكان قوله صلی اللہ علیہ وسلم منسوخا بقوله فاما الایات فانها لا تضمن جواز المتعة لانه تعالیٰ قال فیها ان تبغوا باموالکم محصنین غیر مصافحین فدل ذلك علی النکاح الصحیح قال الزجاج ومعنی قوله تعالیٰ فما استمتعتم

بہ منہن فما نکتموہ علی شرائط التی جرت وھو قولہ تعالیٰ محصنین  
 غیر مصافحین ای عاقدین التزووج ۛ علامہ ابن جوزی نے اس آیت کی تفسیر میں  
 کہا ہے کہ مفسرین قرآن نے اس آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ کی تفسیر میں تکلیف کی ہے پس کہا انھوں نے  
 کہ مراد اس آیت سے متعہ ہے پھر منسوخ ہو گیا تھا حدیث رسول سے اور یہ محض تکلف ہے جس کی  
 محتاجی نہیں چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ یعنی نکاح موقت کو جائز فرمایا تھا پھر منع بھی فرمایا تھا  
 پس اباحت نکاح موقت جس کو متعہ کہتے ہیں فرمان رسول سے ثابت ہے اور حرمت متعہ بھی بعد  
 کو فرمان رسول سے ثابت ہے قول رسول سے اباحت اور حرمت متعہ بھی ہوتی آیت میں جواز متعہ کا  
 کوئی ذکر تک بھی نہیں چونکہ فرمان باری تعالیٰ واتبعوا باموالکم محصنین غیر مصافحین ۔  
 نکاح صحیح پر دلالت کرتا ہے اور زجاج نے فرمایا کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ کا معنی ہے کہ جس عورت سے تم  
 نکاح کرو ان شرائط پر جو عادتہ جاری ہیں پس فرمان غیر مصافحین کا معنی عقد کرنے والے تزویج ہے ۔  
 (فائدہ) ثابت ہوا کہ قرآن میں نہ متعہ کی اباحت کا ذکر ہے نہ نسخ کا۔ قرآن متعہ کا  
 کوئی ذکر تک نہیں کرتا متعہ یعنی نکاح موقت حدیث سے ستر دن مباح ثابت ہوا پھر  
 حدیث سے حرام ہو گیا تھا ۔

(۵) تفسیر جامع البیان ابن جریر طبری ص ۵۵ ۛ قال ابو جعفر اولی  
 التاویلین فی ذلک والصواب تاویل من تاویلہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ ۛ نکتموہ  
 منہن فَمَا مَعْتَمُوہن فاتوہن اجورہن لقیام الحجۃ بتحریم اللہ تعالیٰ  
 متعۃ النساء علی غیر وجہ النکاح الصحیح او الملک الصحیح علی لسان  
 رسول اللہ ۛ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ اچھی تاویل اس شخص کی ہے جس نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ کا معنی نکاح کیا  
 ہے اور نکاح سے مراد جماع ہے جس سے تم جماع کرو اس کو اجرد یعنی حق مہر ادا کرو چونکہ حرمت پر

دلیل قائم ہے قرآن و حدیث رسول سے سوائے نکاح صحیح و نکاح صحیح کے باقی سب حرام ہیں۔  
 (۴) تفسیر روح المعانی ص ۴ جلد ۴ : ”وہذا لایت لا تدل علی حل المتعة والقول  
 بانہا نزلت فی المتعة غلط و تفسیر البعض لہا بذلک غیر مقبول لان نظم  
 القرآن الکریم یا باہ حیث بین سبحانہ تعالیٰ اولاً المحرمات ثم قال  
 عز شانہ و احل لکم ما وراء ذلکم ان تبغوا باموالکم و فیہ بحسب المعنی  
 یبطل تحلیل الفرج و اعارتہ و قد قال بہما الشیعة ثم قال جل شانہ محصنین  
 غیر مسافحین و فیہ اشارۃ الی النہی عن کون القصد مجرد قضاء الشهوة  
 و حیہ الماء و استفراغ ادعیہ المنی فبطلت المتعة بہذا القید لان مقصود  
 المتمتع لیس الا ذلک دون التاہل والاستیلاء و حماية الذمار و العرض  
 ثم فرغ سبحانہ و تعالیٰ علی النکاح قوله تعالیٰ عز من قائل فما استمتعتم  
 بہ منہن و هو یحمل علی ان المراد بالاستمتاع هو الوط و الدخول بہ لا  
 الاستمتاع بمعنی المتعة الکی یقول بہا الشیعة و القراءة الکی تنتقلون  
 ہا عمق تقدم من الصحابة شاذة : ” اور آیت ” فما استمتعتم بہ ” صلت متعہ پر دلالت نہیں  
 کرتی اور یہ کہنا کہ متعہ کے حق میں نازل ہوئی ہے غلط ہے اور بعض مفسرین کا اس آیت کی تفسیر متعہ سے  
 کرنا غیر مقبول ہے چونکہ نظم قرآن کریم کی متعہ کی تفسیر سے مانع ہے جب خود باری تعالیٰ نے اول میں  
 محرمات کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ” و احل لکم ما وراء ذلکم : ” اور آیت باعتبار معنی کے صلت شرمگاہ  
 و عاریتہ شرمگاہ کو باطل کرتی ہے اور شیعہ ان دونوں کے قائل ہیں (یعنی بغیر نکاح کے) پھر خدا تعالیٰ  
 نے فرمایا غیر مسافحین اس میں اشارہ ہے منع کرنے اس وطی سے جس سے قضاء شہوت اور مستی بھارنا  
 اور منی کے برتن خالی کرنا مقصود ہو پس باطل ہو گیا متعہ اس قید سے چونکہ مقصود متعہ کرنے والے کا سوائے



شہوت پرستی و مستی جھاڑنے کے اور برتن منی کے خالی کرنے کے اور کوئی نہیں ہوتا نہ کہ بیوی بنانا نہ ہی اولاد پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے پھر خدا تعالیٰ نے تفریع بھائی ہے نکاح پر اپنے قول پر نما شتمتعم بہ کی اور آیت نما شتمتعم بہ منہن سے مراد وطی سے نفع اٹھانا ہے اور دخول سے نہ وہ متعہ جو شیعہ کا مقصد ہے باقی قرآن جو بعض صحابہ سے منقول ہے۔ الی اجل مسیحی وہ شاذ ہے وہ قرآن نہیں ہے لہذا غیر مقبول ہے۔

(فائدہ) روح المعانی کی عبارت سے دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ بعض مفسرین کا آیت سے متعہ مراد لینا غلط ہے۔ (دوم) آیت نکاح صحیح کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ نہ متعہ کے حق میں چونکہ متعہ میں وقتی تسکین مقصود ہوتی ہے نہ بیوی بنانا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ اول ان عورتوں کا ذکر قرآن کریم نے کیا جن سے نکاح حرام ہے پھر و احل لکم ما وراء ذلكم سے ان عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے نکاح صحیح ہے پھر طریقہ نکاح بتایا کہ نکاح میں حق مہر بھی دیا کرنا جس عورت سے فائدہ اٹھاؤ، جماع سے ساتھ نکاح صحیح کے (سوم) بتایا کہ نکاح سے شہوت رانی مقصود نہیں ہوتی اور متعہ میں یہی چیز ہی مقصود ہوتی ہے (۴) تفسیر منازعہ ۹ جلد ۵ مصری: "فقال معنا لان يقصد الرجل احصان

المرء وحفظها ان ينالها احد سواه لكن عفيفات طاهرات لا يکون المتزوج لمجرد المتع وسخ الماء وراقتہ وهو يدل على بطلان النکاح المؤقت وهو نکاح المتعة الذي يشترط فيه الاجل" پس فرمایا کہ معنی آیت کا یہ ہے کہ قصد کرے مرد احصان عورت کا اور اس کی عزت کی حفاظت کرے کہ اس مرد کے سوا اس کو کوئی نہ چھوئے لیکن یہ عورتیں پاک و امن عفيف ہونی چاہئیں اور نکاح کرنے والے کا مقصد صرف نفع اٹھانا نہ ہو نہ ہی پانی خارج کرنا مقصود ہو اور یہ آیت نکاح مؤقت جس کو متعہ کہتے ہیں جس وقت

مقرر ہوتا ہے اس کے باطل ہونے پر دال ہے

تفسیر منار ص ۳۱ جلد ۵: ”وہذا هو المتبار من نظم آية القرآن فانها قد بينت ما يحل من نكاح النساء في مقابلته ما حرم فيها قبلها وفي صدرها وبينت كيفية وهو ان يكون بمال يعطى المرأة وبان الغرض المقصود فيه الاجمان دون مجرد المتمتع بسفح الماء اور یہی بات یعنی عُرمت متعہ نظم قرآنی سے متبادر ہے چونکہ جن عورتوں کا نکاح حلال تھا ان کو بیان کیا چونکہ ان کے مقابل ان عورتوں کا بیان ہوا تھا جن سے نکاح حرام تھا اور پھر کیفیت نکاح بیان فرمائی کہ نکاح مال پر کرنا چاہیے اور نکاح سے مقصود احصا ان ہونا چاہیے نہ مجرد نفع اٹھانا۔

(۸) ابن کثیر ص ۴۷ پر جن افراد نے فہم مستقیم بہ سے متعہ مراد لیا ہے ان کو یوں رد فرمایا کہ یہ جمہور کے خلاف ہے ولكن الجمهور على خلاف ذلك۔  
(فائدہ) نقی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۵۰ پر فرمایا کہ ”وقال الجمهور ان المراد بهذا الايت نكاح المتعة“ کہ اس آیت سے مراد نکاح متعہ ہے غلط ثابت ہوا جمہور کا مذہب ہے کہ آیت سے مراد نکاح صحیح ہے نہ نکاح متعہ۔

”ان تبتغوا باموالکم غیر مسافین من الزوجات الى اربع اسراری ما شئتم بالطریق الشرعی“ اپنے مالوں سے عورتیں طلب کریں چار تک یا بانڈیاں جتنی تم چاہو شرعی طریق سے۔

(فائدہ) چار تک کی قید نے متعہ کو اڑا دیا ہے متعہ میں کوئی عدد مقرر نہیں۔

(۹) تفسیر مدارک ص ۱: ”فما نکحتموه منهن فاتوهن اجورهن“ ای مہورہن لان المہر ثواب البضع اور پھر فرمایا الاعلیٰ از واجہم وفيہ دلیل علی

تحریم المتعة : پس جس عورت سے تم نکاح کریں ان کو ان کا مہر ادا کیا کریں چونکہ مہری مقابل فرج کے ہے اور پھر فرمایا صاحب مدارک نے کہ الاعلیٰ ازواجہم کی آیت سے متعہ حرام ثابت ہوتا ہے۔  
 (۱۰) تفسیر البوسعود : "استمتع به منهن من نکاح او خلوة" جس عورت سے نکاح سے یا خلوت سے نفع اٹھاؤ۔

(۱۱) تفسیر بضاوی مصری : "فمن استمتع به منهن من المنکوحات فاتوهن اجورهن اى مہورهن" پس جو شخص منکوحہ زوجہ سے نفع اٹھائے ان کو مہر دے۔

(۱۲) تفسیر البجفہ نحاس مطبوعہ مصر ص ۱۵۰ : "فما استمتع به منهن هو النکاح بغیه وما احل الله المتعة فى القرآن قط فمحن قال هذا من العلماء الحسن ومجاهد الخ ان قال عن ابن نجیح عن مجاهد فما استمتع به منهن قال هو النکاح وقال الحسن فما استمتع به قال النکاح وکذا یروی عن ابن عباس وقد صح من الکتاب والسنة التحريم ولم یصح التحلیل من الکتاب" پھر صفحہ ۱۰۶ پر فرمایا : ان الاستمتاع النکاح علی ان الربیع بن بسر قد روى عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لهم استمتعوا من هذه النساء قال الاستمتاع عندنا يومئذ التزويج ثم قال فبين ابن عباس ان الاستمتاع هو النکاح : پس کہا ایک قوم نے کہ آیت سے مراد نکاح صحیح ہے اور متعہ کو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں کبھی بھی حلال نہیں فرمایا پس اس قوم سے جن علماء نے یہ بات کہی کہ قرآن میں متعہ کی اباحت کا ذکر نہیں نازل ہوا وہ سن بصری ہیں اور مجاہد ہیں اور ابن نجیح مجاہد سے بیان کرتا ہے اور مجاہد ابن عباس سے اس آیت فما استمتعتم کے متعلق بیان کرتا ہے کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ اس سے

نکاح صحیح مراد ہے (نہ متعہ) اور حسن بھری نے اس آیت کے متعلق فرمایا کہ اس سے نکاح صحیح مراد ہے اسی طرح ابن عباس سے بھی روایت موجود ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ حرمت متعہ قرآن سے اور حدیث رسول سے ثابت ہے اور قرآن سے متعہ حلت ثابت نہیں ہوئی اور اس استمتاع سے مراد نکاح صحیح ہے۔ علاوہ ازیں بسرہ کے بیٹے ربیع سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا صحابہ کرام کو "استمتعوا" یعنی نفع اٹھاؤ ان عورتوں سے اور کہا ربیع بن بسرہ نے کہ اس وقت جبکہ حضور نے حکم دیا تھا متعہ کا۔ اس وقت صحابہ کرام کے نزدیک متعہ سے مراد نکاح تھا پھر فرمایا کہ پس ابن عباس نے استمتاع کا معنی نکاح صحیح کا کیا ہے نہ کہ متعہ کا۔

(فائدہ) تفسیر نحاس سے خوب واضح ہو گیا کہ آیت کے استمتاع سے مراد نکاح صحیح ہے نہ متعہ شیعہ۔ (دوم) اور یہی مذہب ہے علامہ مجاہد اور ابن عباس کا اور ان دونوں کے نزدیک استمتاع سے مراد نکاح ہے نہ متعہ۔ (سوم) یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن میں اباحت متعہ کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور یہی مذہب ہے خیر امت ابن عباس کا۔

(۱۳) تفسیر مظہری ص ۷۷: "فما استمتعتم به منهن ما انتفعتن به منهن

وتلذذتم بالجماع من النساء بالنکاح الصحيح فاتوهن اجورهن ای مہورہن کذا قال الحسن ومجاہد واخرج ابن جریر وابن واہب من ذکر واہب الجی حاتم عن ابن عباس قال الاستمتاع النکاح " پس آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس عورت سے تم نفع اٹھاؤ اور تلذذ جماع سے حاصل کرو، نکاح صحیح کے ساتھ تو ان کے مہر ادا کرو۔ اسی طرح فرمایا حسن بھری ومجاہد نے اور اسی طرح اخراج کیا ہے ابن جریر نے اور ابن منذر نے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے کہ آیت فما استمتعتم به سے نکاح مراد ہے نہ کہ متعہ۔

(فائدہ) اور علامہ ابن تیمیہ اصول تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی صحیح سے صحیح تفسیر وہی

ہے جس کو مجاہد ابن عباس سے بیان کرے۔ اور فحاشا شتمتہ منہن کی تفسیر مجاہد نے ابن عباس سے نکاح کے بارے میں بیان فرمائی ہے نہ متعہ کے۔ بالفرض کسی مفسر نے اس آیت کی تفسیر متعہ سے کر بھی دی ہو تو وہ غلط ہوگی جمہور کے مخالف ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متوعہ عورت منکوحہ و زوجہ میں داخل نہیں ہے۔

”واجمعوا نھا لیست بزوجة ولا ملک یمین“ تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ

متوعہ نہ زوجہ ہے نہ باندی ہے۔

علی نقی صاحب نسخ کی بحث کرتے ہوئے یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ آیت فحاشا شتمتہ منسوخ نہیں ہے اس میں تو حق بجانب ہیں مگر اس کو متعہ کے متعلق سمجھنا اس میں غریب نے غلطی کر کے ٹھوکر کھائی ہے۔

## جواز متعہ اور احادیث

علی نقی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۱۲۹ پر جواز متعہ از احادیث کی ایک سُرخ قائم کی ہے جس میں چند احادیث پیش فرمائی ہیں جن سے اپنے ذہن کے مطابق جواز متعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

اجواب : علی نقی صاحب آپ کی یہ تحریر دو باتوں سے خالی نہ ہوگی۔ یا تو جناب نے احادیث کا مطلب ہی نہیں سمجھا اگر نہیں سمجھا تھا تو کسی سُنی عالم سے پوچھ لیتے تو اچھے رہتے اتنی رسوائی نہ اٹھانی پڑتی۔ یا عمدہ حدیثوں کو سمجھ کر لوگوں کو دھوکا دیا اس کی جزا خدا کے ہاں آپ کے لئے ہوگی وہ آپ کو دے گا جن جن اصحاب و تابعین سے جواز متعہ کی حدیثیں جناب نے نقل کی ہیں اور جن جن کتابوں سے نقل کی ہیں انہی کتابوں میں ان

تمام صحابہ و تابعین کا رجوع بھی موجود ہے۔ آپ کا فرض تھا کہ دیانت داری سے کام لیتے  
 جہاں اُن کے نام سے جواز نقل کیا تھا وہاں اُن کا رجوع بھی نقل کرتے پھر ان دونوں باتوں  
 کو قوم کے سامنے پیش کرتے ہم نے کب کہا ہے کہ جواز کے متعلق ان چند صحابہ سے منقول  
 نہیں ہیں ہم تو کہتے ہیں کہ جواز کا قول ان کے عدم بلوغِ حرمتِ متعہ کی وجہ سے ہے جب  
 حرمت کی حدیث ان کو ملی تو فوری رجوع کر لیا تھا اور بعد رجوع کے کوئی روایت پیش کرتے  
 جس سے بعد رجوع کوئی عمل متعہ کے متعلق ثابت ہوتا اُن سے علی نقی صاحب یہ امر تو  
 روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ قرآن میں متعہ کا نام تک بھی نہیں ہے اور یہ بھی ثابت کیا جا  
 چکا ہے کہ متعہ مروجہ شیعہ کا وجود اسلام میں نہیں پایا گیا جو تعریف شیعہ متعہ کی کرتے ہیں اُس  
 کی اجازت اسلام نے نہیں دی کہ ایک بار کرنے سے اتنے بڑے بڑے مراتب  
 حاصل ہوتے ہیں فطراتِ غسل سے ملا کہ پیدا ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

خیبر میں قبل از وقوعِ متعہ کی حرمت کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کر دیا تھا  
 فتح مکہ کے دن تین دن نکاحِ موقت کی اجازت حضرت شارعِ علیہ السلام نے دی  
 تھی نہ کہ متعہ کی شیعہ متعہ کی جب اباحت ہی ثابت نہیں تو نسخ کیا ہوا قرآنِ کریم کی مکی  
 اور مدنی آیتیں حرمت پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں پھر متعہ کس طرح مباح ہوا۔ اگر متعہ  
 مباح ہوتا تو یقیناً نکاح کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ایک تو کام ازراں یعنی سستا تھا۔ دوم ہر روزینا  
 نظارہ تھا کل جدید لذیذ بہرئی چیزیں لذت زیادہ ہوتی ہے کل جدید لذت اور جن حدیثوں  
 کو علی نقی صاحب نے بحق ثبوت متعہ پیش کیا ہے انہی سے نکاحِ موقت ثابت ہوتا  
 ہے متعہ کا اشارہ بھی نہیں ملتا۔

ابن مسعود کی حدیث متعہ اور اسلام کے صفحہ ۱۳ پر



(۱) "ثم رخص لنا ان تنكح المرأة باثواب" پھر اجازت دی ہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم نکاح کریں عورت کے ساتھ کپڑا پر۔

(۲) "ثم رخص لنا ان فستح وکان احدنا ينكح المرأة بالثوب الى اجل" پھر اجازت دی ہم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم نفع اٹھائیں اور نکاح کرتا ہر ایک ہم میں سے عورت کے ساتھ کپڑا پر وقت مقرر تھا۔

(۳) "ثم رخص لنا ان تنكح المرأة الى اجل بالشئ ابن مسعود" پھر رخصت فرمائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نکاح کریں عورت کے ساتھ کسی چیز پر وقت مقرر تک۔ اور ربیع بن بسرہ کی حدیثیں جو جناب نے پیش کی ہیں ان تمام میں نکاح موقت کا ذکر ہے نہ متعہ شیعہ کا اور ربیع بن بسرہ کی آخری حدیث جو جناب نے نقل کی ہے اس میں صاف نکاح موقت مذکور ہے۔

"فلما قدمنا مكة وحللنا قال استمتعوا من هذه النساء قال فعرضنا ذلك على النساء فابين ان يتزوجها الى ان تضرب بديننا وبينهن اجلا فذكرنا ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اضربوا بينكم وبينهن اجلا" (متعہ اور سلام ص ۱۴۲، فتح الملہم ص ۴۴۱ جلد ۲) پس جب ہم احکام حج سے مکہ میں فارغ ہو چکے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان عورتوں سے نفع حاصل کرو پس ربیع کہتا ہے کہ ہم نے اس بات کو عورتوں پر پیش کیا مگر عورتوں نے نکاح سے انکار کر دیا کہ جب تک وقت مقرر نہ کر لو۔ تو ہم نے اس بات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا تو آپ نے فرمایا وقت مقرر کر کے نکاح کر لو۔

"ان المتعة التي ياترها من الصحابة انما كانت نكاحا الى اجل اعنى النكاح المؤقت وهكذا وقع في حديث بسرة عند ابن جرير بلفظ

تزوجتها بروی وبالجملة فالمتعة التي اباحها الشارع عليه السلام في  
 اوائل ثم حرمها تحريماً مؤبداً كان هو النكاح المؤقت يحضرة الشهود كما  
 يدل عليه حديث سلمان بن يسار عن ام عبد الله ابنة ابي خيثمة عن رجل  
 من اصحاب النبي صلعم في قصة عند ابن جرير وفيه فشارطها واشهد واعلى  
 ذلك عدولاً "تحقيق متعة صحابہ میں سے جس نے کیا تھا یہ نكاح تھا وقت مقررہ تک مراد اس سے  
 نكاح مؤقت تھا اسی طرح موجود ہے حدیث بسرہ میں ابن جریر کے نزدیک ساتھ نكاح تزویج کے ساتھ  
 چادر کے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جس متعہ کو یعنی نكاح مؤقت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح فرمایا  
 تھا اول میں اور پھر حرام فرمایا ہمیشہ کے لئے وہ نكاح مؤقت تھا گواہوں کے روبرو جیسا ثابت ہے  
 حدیث سلمان بن یسار سے جو ام عبد اللہ بنت ابی خثیمہ سے مروی ہے ایک مرد کے قصر میں، جو  
 صحابی تھا رسول خدا کا ابن جریر کے ہاں اور اسی میں ہے اس عورت سے شرط کی تھی اور اس پر عادل  
 گواہ قائم کئے تھے۔

اور علامہ باجی نے منشی شرح موطا ص ۳۳۶ جلد ۳ پر فرمایا۔

"المتعة المذكورة هي النكاح المؤقت مثل ان يتزوج الرجل المرأة  
 سنة او شهرا او اكثر او اقل فاذا انقضت المدة " متعہ مذکور یہ نكاح مؤقت تھا اس  
 طرح کہ نكاح کرے مرد عورت سے سال تک یا ایک ماہ یا اکثر یا کم جب مدت گزر گئی تو نكاح گیا۔  
 (فائدہ) سلمان بن یسار کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے  
 نكاح مؤقت سے بھی صحابہ کرام واقف نہ تھے ورنہ حضور سے سوال نہ کرتے کہ یہ نكاح  
 مؤقت جائز یا ناجائز۔ پھر حضور کے بتانے پر جا کر کیا۔ اور خیمہ کے دن تک اہل کتاب  
 عورتوں سے نكاح کی اباحت نازل ہی نہ ہوئی تھی جب نكاح صحیح عورتوں سے جائز نہ

تھا تو متعہ کہاں جائز تھا متعہ قبل از وقوع عرام ہوا۔

## متعہ اور نکاح موقت نکاح موقت اور متعہ میں فرق

”قال شیخ الاسلام فی الفرق بین المتعہ و بین نکاح الموقت ان ینذکر الموقت بلفظ النکاح والتزویج وفي المتعہ اتمتع او استمتع وعدم اشراط الشہود فی المتعہ وفي الموقت الشہود“ (فتح القدیر ص ۳۳ مطبوعہ جلد ۲) شیخ الاسلام نے فرمایا کہ متعہ اور نکاح موقت میں فرق یہ ہے کہ وقت نکاح موقت میں لفظ تزویج یا نکاح سے عقد نکاح کیا جاتا ہے اور متعہ وقت متعہ کرنے کے اتمتع او استمتع سے سے بیان کیا جاتا ہے۔ دوم، فرق یہ ہے کہ متعہ میں گواہ شرط نہیں اور نکاح موقت میں حضوری گواہوں کی شرط ہے۔

اور سند امام کے حاشیہ پر مولانا محمد حسن سہلی کا ارشاد ص ۳۳۶

”ان حضور الشہود غیر شرط فی المتعہ وانما هو فی الموقت وهذا هو الفرق بینہما (فتح القدیر ص ۳۳ جلد ۲ پر) النکاح الموقت من افراد المتعہ وان عقد بلفظ التزویج واحضار الشہود“ اور مولانا محمد حسن سہلی نے فرمایا کہ حاضر ہونا گواہوں کا متعہ میں شرط نہیں مگر نکاح موقت میں حضوری گواہوں کی شرط ہے اور یہی ان دونوں میں فرق ہے۔ نکاح موقت بھی متعہ کی قسم اسی کی فرد ہے اگرچہ منعقد کیا جاتا ہے ساتھ لفظ تزویج اور حاضری گواہوں سے۔ (فائدہ) ثابت ہوا کہ نکاح موقت میں وقتی تلذذ ہوتا ہے اور نفع بھی وقتی ہوتا ہے

زوجہ بنانا دونوں میں مقصود نہیں ہوتا بلکہ وقتی تسکین مقصود ہے اس واسطے متعہ کا اطلاق نکاح موقت پر کر دیا جاتا ہے اسی وجہ سے

فتح مکہ کے دن جو نکاح موقت کی اباحت سہ دن کے لئے ہوتی تھی اس پر بھی متعہ لول دیا جاتا ہے اس میں اشتباہ واقع ہو گیا کہ شاید یہی کئی بار حلال ہوا اور کئی بار حرام ہوا اور نہ متعہ جس کو شیعہ حلال کہتے ہیں اور اس کے ثواب میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ یہ تو کسی وقت بھی جائز نہیں ہوا چونکہ زنا اور اس میں کوئی فرق نہیں زنا میں بھی صدمہ مندی طرفین ہوتی ہے بغیر گواہوں کے جیسا متعہ میں ہوتی ہے۔ ذرا یہ تو بتائیے کہ پیشہ در عورتیں جو رقم مقرر کر کے ایک جماع کے لئے یا پوری رات کے لئے بدکاری سے دوچار ہوتی ہیں کیا ان میں رضامندی نہیں ہوتی یقیناً دونوں بات چیت کرتے ہیں رقم مقرر کرتے ہیں وقت مقرر ہوتا ہے پھر اس میں اور متعہ میں فرق کیا ہے وہ فرق تو بتائیے جس سے متعہ حلال ہے اور زنا حرام ہے ذرا خدا کے لئے غور فرمانا تعصب کی عینک کو اتارنا اور امور ذیل پر پوری توجہ دینا۔

(۱) اباحت نکاح موقت سفر جہاز میں ثابت ہوتی ہے نہ حضر میں۔ تم ہر وقت جائز کہتے ہو۔

(۲) اباحت بھی مقید تھی حالت اضطراری سے جس طرح گوشت خنزیر و گوشت مردار حالت اضطراری سے مقید ہے اور جو احکام حالت اضطراری سے مختص ہوتے ہیں ان کا حالت اختیار میں کرنا شرعاً حرام ہوتا ہے لہذا متعہ کا کرنا بھی حرام ہوا۔

(۳) اور یہ حالت اضطراری نکاح موقت کی مقید تھی سہ دن سے سہ دن کے بعد خود بخود اٹھ گئی اور ہمیشہ کے لئے حرام کی گئی۔

(۴) یہ سہ دن کی اباحت بھی صرف صحابہ سے مختص تھی اس اختصاصی حکم میں غیر شریک نہیں جیسا عنقریب آتا ہے۔

(۵) اور جو لوگ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اباحت کے قائل رہے۔ وہ بوجہ عدم بلوغِ حرمت کے رہے تھے پھر تمام نے اباحت سے رجوع کیا ہے۔

(۶) اگر کسی شخص نے خنزیر کا گوشت یا مردار کا گوشت کھا لیا وقت اضطرار کے تو اب یہ حلال نہ ہو جائیں گے۔ اسی طرح بالفرض محال نکاح موقت کو مباح کہیں اس حالت کے لئے تو پھر حلال نہ ہو جائے گا تو گویا ابن عباس کا فتویٰ اس حالت کے لئے جو کوئی دے رہا تھا تو حقیقتاً یہ فتویٰ حرمت کا تھا نہ حلت کا۔

## محدثین کا حکم

محدثین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تین دن کی قید جو حدیث بسرہ جہنمی میں موجود ہے اس کا تعلق نکاح سے نہیں بلکہ اقامتِ مہاجرین سے ہے چونکہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے مکہ سے ہجرت کی تھی ان پر مکہ میں تین دن سے زائد قیام حرام تھا۔ لہذا تین دن کی قید اقامت کے متعلق ہے نہ متعمد یعنی نکاح وقتی سے۔

یعنی شرح بخاری ص ۱۵۱ جلد ۱، "وكانت الإقامة بمكة حراماً على الذين هاجروا منها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الفتح ثم ابح لهم اذا دخلوها بحج أو عمرة ان يقيموا بعد نسكهم ثلاثة ايام ولا يزيدوا عليها" ان قال قال العياض هذا قول الجمهور "جن مہاجرین نے فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ کی طرف مکہ سے

ہجرت کی تھی ان پر مکہ میں اقامت حرام تھی بعد کو مباح ہوئی اور وہ صرف تین دن کے لئے جب حج یا عمرہ کی وجہ سے مکہ میں داخل ہوں مکہ میں تو بعد پورا کرنے احکام حج کے اور تین دن سے زائد نہ رہ سکتے تھے اور قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہی قول ہے جمہور کا۔

فیض الباری شرح بحاری ص ۲۸۲ جلد ۴: "وقدمومنی ان هذا الزيادة

عندی ليست لكون المتعة رخصة لهم في تلك المدة كما فهموه بل

لان المهاجرين لم تكن له رخصة في الإقامة بمكة الا بهذا القدر فذلك الزيادة

ناظرة الى الحديث لالما فهموه وحيثيات الحديث على ما اخترت

في المتعة ويختار الرجل بعدها بين ان يطلقها وبين ان يذهب بها

الى المدينة " اور علامہ النور شاہ دیوبندی استاذ الکل نے فیض الباری میں فرمایا کہ اول گزر چکا

ہے کہ میرے نزدیک تین دن کی زیادتی جو حدیث میں موجود ہے یہ متعہ کی رخصت کے لئے نہیں

جیسا سمجھا ہے انھوں نے چونکہ مہاجر کو مکہ میں صرف تین دن کی اقامت کی اجازت تھی۔ نہ جیسا

انھوں نے سمجھا اور حدیث آجاتی اس پر جو چیزیں نے اختیار کی ہے متعہ میں ان تین دن کے بعد جب

اقامت کی معیاد ہوئی تو مہاجرین کو اجازت تھی کہ ان عورتوں کو طلاق دیں یا ساتھ مدینہ منورہ لے جائیں۔

(فائدہ) بعض محدثین کے کلام سے پتہ چلا کہ حدیث "ثم رخص لنا رسول الله

ثلاثة ايام - یہ تین دن کی رخصت قیام مکہ کے لئے تھی نہ نکاح کے لئے نکاح تو دائمی

تھا بعد تین دن کے مہاجرین کو اجازت تھی کہ ان عورتوں کو طلاق دے دیں یا ہمراہ لے

جائیں معلوم ہوا کہ ثلاثہ ايام تین دن کی قید کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ جنہوں

نے اس قید کو نکاح کی قید سمجھا۔ انھوں نے نکاح موقت فرما دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے نکاح موقت کی اجازت صرف تین دن کے لئے عنایت فرمائی تھی بعد کو حرام فرما



قیامت تک اور جنہوں نے اقامت مہاجرین کی قید سمجھی انہوں نے نکاح دائمی کا حکم دیا بعد میں دن کے مہاجر کو اجازت دی گئی کہ وہ طلاق اور ہمراہ لے جانے میں مختار ہے تو اس مذہب کے مطابق تو نکاح موقت کا ثبوت بھی محال ہے باقی تنازعہ سیدنا علی المرتضیٰ و ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ متعہ خبیث کے دن حرام ہو گیا تھا اور حضرت علی المرتضیٰ کو اباحت نکاح موقت یوم فتح مکہ کا علم نہ تھا اور ابن عباس کو حرمت نکاح موقت کا علم نہ تھا۔ اور نکاح موقت بھی متعہ کے افراد سے ایک فرد تھا متعہ کی اقسام سے ایک قسم تھا۔ اس واسطے ابن عباس اس کو متعہ سے تعبیر فرماتے تھے اور حضرت علی بھی اس کو متعہ کی قسم سمجھ کر اس پر متعہ کا حکم لگاتے تھے۔ مگر ابن عباس اس نکاح موقت کو بھی مثل گوشت خنزیر و مردار و دم مسفوح کے سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے متعہ کو گوشت خنزیر و مردار سے تشبیہ دیتے تھے جیسا گذر بھی چکا ہے اور پھر آج بھی جائے گا۔

تو اب انصاف یہ ہے کہ جو شخص متعہ کی اباحت کا آج بھی اعلان کرتا ہے وہ اباحت گوشت خنزیر و مردار و دم مسفوح کا بھی اعلان کیا کرے نیز ابن عباس جس طرح متعہ یعنی نکاح موقت کی اباحت کے قائل تھے اسی طرح گوشت گدھا کی اباحت کے بھی قائل تھے پھر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان کا ایک قول تسلیم کیا جائے۔ اور دوسرے کو ترک کیا جائے حالانکہ گوشت گدھا کی اباحت کا قول کتاب استنبصار میں بھی موجود ہے مگر اس کا اعلان نہیں کیا جاتا۔

”والحکمة فی جمع علی رضی اللہ عنہما عن الحمیر والمتعة ان ابن عباس سکان یرخص فی الامرین معا و سیأتی النقل عنه فی الرخصة فی الحمیر الاہلیة فی

اوائل کتاب الاطعمۃ فرد علیہ علی فی الامرین معاً ۛ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعہ اور گوشت گدھا کی حرمت کو جمع کر کے کیونکر بیان کیا؛ اس کی حکمت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان دونوں کی اباحت کی رخصت دیا کرتے تھے جیسا عنقریب کتاب الاطعمۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رخصت گدھا کے گوشت اور متعہ کی آجائے گی پس علی المرتضیٰ ان دونوں کو رد فرماتے تھے جمع کر کے ۔

باقی رہا کہ مہر قلیل تھا ثوب وغیرہ جیسا مذکور ہو چکا ہے تو جواب یہ ہے کہ وقت قلیل کے لئے نکاح موقت تھا لہذا مہر قلیل مقرر ہوا۔ ایک کپڑا وغیرہ یہ حقیقتاً مہر تھا گو مہر قلیل ہے مگر نکاح موقت بھی وقت قلیل کے لئے تھا۔

## نکاح موقت کا اختصاصی حکم

متعہ شیعہ کی اجازت تو اسلام نے کسی وقت بھی نہیں دی نہ ہی ثابت ہے۔ قرآن کریم کی مکی اور مدنی آیات اس کی حرمت پر صاف صاف دلالت ہیں باقی نکاح موقت جو ایک وجہ سے نکاح ہے اور دوم وجہ سے متعہ ہے اس کی اباحت بھی مختلف فیہ ہے مگر جو از بھی جو ملتا ہے تین دن کا وہ بھی صحابہ کرام کے لئے خاص تھی نہ بعد والوں کے لئے جیسا فتح الباری شرح بخاری ص ۱۳ جلد ۹ پر ہے۔

”ووقع فی حدیث ابی ذر التصریح بالاختصاص اخرجہ البیہقی عنہ  
قال انما احلت لنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعۃ النساء ثلاثۃ  
ایام ثم نھی عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ ابی ذر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث میں صاف صاف مذکور ہے جس حدیث کو امام بیہقی نے اخراج کیا ہے کہ ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ تین دن یہ متعہ صرف ہم اصحاب رسول کے لئے مباح ہوا تھا پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا تھا۔

اور اس روایت کو امام ابو جعفر طحاوی نے معانی الآثار کی شرح ص ۱۵ جلد دوم پر بھی اخراج کیا ہے۔

”عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال انما كانت المتعة النساء لنا خاصة“ حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ متعہ صرف اصحاب رسول اللہ کیلئے مباح ہوا تھا نہ کسی غیر کے لئے۔  
(فائدہ) اس نکاح موقت کا خاص ہونا اصحاب رسول خدا سے خود تین دن کی قید سے بھی واضح ہے پھر جب تین دن کے بعد عرام ہو گیا تو اس کا اصحاب رسول سے خاص ہونا خود ظاہر ہو گیا۔

## ممانعت متعہ کی احادیث

علی نقی صاحب نے متعہ اور اسلام کے ۳۱ پر جا کر حرمت متعہ کی احادیث کا انکار کر دیا ہے اور کیوں کیا اور ایسا کیوں ہوا؟ چونکہ ان صحیح اور مشہور احادیث کا جواب تو اس غریب سے بن نہ آیا تو آخر انکار تو مشکل ہی نہ تھا وہ تو آسان ہے ہر جاہل بھی کر سکتا ہے مگر اتنا میں ضرور دریافت کروں گا کہ علی نقی صاحب نے جواز متعہ کی احادیث کا انکار کیونکر نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے مگر حرمت متعہ کی احادیث کا فوری انکار کر دیا اور فرما دیا اور ہمارے لئے آسان ہے کہ ہم کہہ دیں کہ یہ حدیثیں غلط و بے بنیاد و حقیقت سے

علیحدہ ہیں خوب مگر افسوس ہے ایسے محقق پر جو فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور فرمان علی المرتضیٰ کو اور امام جعفر صادق کو اور اجماع اُمت کو پس پشت ڈال رہے ہیں علی نقی صاحب کو ایسی تحقیق کا ماتم کرنا چاہیئے۔ متعہ جو بے بنیاد چیز ہے اس کو تو بنیادی فرماتے ہیں اور اس کی حرمت جو بنیادی حکم ہے اس کو بے بنیاد فرماتے ہیں اور یہ سوال کرتے ہیں کہ احادیث حرمت متعہ میں اختلاف ہے کسی میں آتا ہے کہ خیبر کے دن حرام ہوا کسی میں ہے کہ فتح مکہ کے دن حرام ہوا کسی میں ہے عام اوطاس میں حرام ہوا کسی میں ہے کہ عمرۃ القضا کے دن حرام ہوا۔ اور کسی میں تبوک کا دن ہے۔ علی نقی صاحب ! اگر ان احادیث کی سمجھ نہ آئی تھی تو کسی سنی محدث سے دریافت کر لیا ہوتا۔

علی نقی صاحب ! اب ذرا خدا کے لئے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ حرمت متعہ میں کسی کو اختلاف نہیں تمام اُمت کا اجماع ہے کہ متعہ حرام ہو چکا ہے اور قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ جو اختلاف ہوا ہے وقت کی تعیین میں پیدا ہوا ہے نہ کہ حرمت متعہ پر تو تمام کا اتفاق ہے صرف اختلاف اس میں ہوا ہے کہ کس دن ہوا اور وقت کا اختلاف۔ حرمت متعہ میں اختلاف نہیں پیدا کر سکتا سو حج لیں خیبر کے دن متعہ حرام ہوا۔ فتح مکہ کے دن قیامت تک کے لئے نکاح موقت جو متعہ کی قسم ہے من وجہ وہ حرام ہوا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کی قید لگا دی تو اب فتح مکہ کے بعد اباحت کا امکان بھی اٹھ گیا اور احتمال نسخ کا بھی ختم ہو گیا۔ قیامت تک کی قید سے تو اب جو روایت بعد فتح مکہ کے متعہ کی اباحت بیان کرے گی وہ یقیناً معلول ہوگی ضعیف ہوگی غیر مقبول ہوگی۔

فتح الباری ص ۱۳۴ جلد ۹ : "ولبعید ان تقع الاذن فی غزوة اوطاس بعد

ان يقع التصريح قبلها في غزوة الفتح انها حرمت الى يوم القيامة واذا تقرّر ذلك فلا يصح من الروايات بغير علة الا غزوة الفتح۔ (فتح الباری ص ۱۳۵ جلد ۹) فلم يبق من المواطن كما قلنا صحيحا صرحا سوى غزوة خيبر وغزوة الفتح۔ اور یہ بات بہت بعید ہے کہ غزوہ اوطاس میں متعہ کی اجازت ہوئی ہو جبکہ اس سے پہلے غزوہ فتح مکہ میں قیامت تک کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت متعہ کا اعلان فرمادیا تھا جب یہ بات مقرر ہو گئی تو پس اب کوئی روایت بھی صحیح نہ ہوگی سوائے فتح مکہ کے پس کوئی موضع نہ رہا جیسا ہم نے کہا ہے صحیح اور صاف صاف سوائے خیبر اور فتح مکہ کے۔

(فائدہ) معلوم ہوا کہ عام اوطاس و عام مکہ سے فتح مکہ مراد ہوتی ہے بعد فتح مکہ متعہ کی اباحت کا اعلان نہیں ہوا۔ دونوں چونکہ ایک سال واقع ہوئے ہیں فتح مکہ پر اوطاس بول دیا جاتا ہے باقی روایت عمرہ قضا کی یہ سخت ضعیف ہے قابل حجت نہیں۔  
 علی نقی جو حدیث اہل سنت کے محدثین سے پیش کریں تو دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ محدثین کے مقرر کردہ اصول کے مطابق پیش کریں اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کو اختلاف کی حدیثیں نظر آجاتی ہیں مگر ان پر جو محدثین نے جو جرح کی ہے وہ نظر نہیں آتی اور ان میں جو تطبیق محدثین نے دی ہے وہ بھی آپ کو نظر نہیں آتی کیا آپ کے مذہب میں اسی کو اجتہاد اور تحقیق کہتے ہیں۔

فتح الباری ص ۱۳۲ جلد ۹: "واما عمرة القضاء فلا يصح الا ثرفيها لكونه مرسل الحسن ومراسيلة ضعيفة لانه يأخذ عن كل احد" باقی عمرہ قضا کی حدیث پس یہ صحیح نہیں چونکہ یہ مرسل ہے امام حسن بصری کی اور ان کی مراسیل ضعیف ہوتے ہیں وہ ہر ایک آدمی سے لے لیتے ہیں۔

باقی حجۃ الوداع کی روایت دونوں قسم کی بسیرہ سے آتی ہیں فتح مکہ کے دن کی اور حجۃ الوداع کے دن کی مگر زیادہ مشہور فتح مکہ ہے لہذا عمل اسی پر ہو گا نہ حجۃ الوداع والی پر۔  
 فتح الباری ص ۱۳۵ جلد ۳: ”واما سحۃ الوداع فہو اختلاف علی الربیع بن بسیرہ والروایۃ عنہ والنہی عنہ بانہا فی الفتح اصح واشہر۔“ حجۃ الوداع کی روایت میں ربیع بن بسیرہ سے اختلاف ہے دونوں کا راوی یہی ایک آدمی ہے روایت بھی اس سے ہے اور منع متعہ سے بھی اسی سے ہے مگر فتح مکہ کی روایت حجۃ الوداع سے زیادہ صحیح اور مشہور ہے لہذا اسی پر عمل ہو گا۔

باقی رہی تبوک کے دن متعہ کی اباحت ہرگز نہیں یہ روایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آتی ہے اس روایت میں راوی ضعیف ہیں۔

”علوان فی حدیث ابی ہریرۃ مقالاً فانہ من الروایۃ موصل بن اسماعیل عن عکرمۃ بن عماروفی کل منها فقال واما حدیث جابر فلا یصح فانہ من طریق عباد بن کثیر وہو متروک“ (فتح الباری ص ۱۳۵ جلد ۹) علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اعتراض ہے چونکہ یہ روایت موصل بن اسماعیل سے ہے وہ عکرمہ بن عمار سے بیان کرتا ہے مگر یہ دونوں ضعیف ہیں اور باقی حدیث حضرت جابرؓ کی پس وہ بھی ضعیف ہے اس میں عباد بن کثیر ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

(فائدہ) علی نقی صاحب اختلاف احادیث جو متعہ کے متعلق تھیں وہ تو آپ کو نظر آئیں اس کی کیا وجہ ہے کہ جرح اور اختلاف کو ختم کرنے والی باتیں تم کو نظر نہ آئیں کیا اسی کا نام دیانتداری اور تحقیق ہے؟ مبارک باد۔



## فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مستم اور عمر متنعہ

علی نقی صاحب نے متنعہ اور اسلام ص ۲۱۵، ۲۱۶ پر اپنی تحقیق واجتہاد کے گل کھلائے ہیں بھلا کیوں نہ ہو آخر آپ محقق و مجتہد جو تھے۔  
 فرماتے ہیں کہ متنعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر حرام نہ کرتے تو دنیا پر کوئی زنا نہ کرتا مگر کوئی شقی بد بخت کرتا پھر اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ڈھال لی گئی اور پھر وہی روایت اہل سنت کی کتابوں میں درج ہو گئی جو اصل میں شیعہ راویوں کے دست کرم کا نتیجہ تھی۔

فروع کافی ص ۱۹ جلد ۲: ”کان علی علیہ السلام یقول لولا سبقی بہ ابن الخطاب ما زنا الا شقی....“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ اگر عمرؓ نے ہم سے سبقت نہ کی ہوتی متنعہ کو حرام کرنے میں تو سوائے بد بخت شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔

اور علی نقی صاحب نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ممانعت از متنعہ کو سیاسی اور انتظامی امور میں داخل فرمایا ہے کہ یہ ممانعت محض انتظام حکومت کے لئے تھی نہ از روئے شریعت کے حرام قرار دیا تھا۔ شرعاً تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اباحت کے قائل تھے نعوذ باللہ من ذالک۔

اجواب: نقی صاحب! اگر کذب بیانی و بہتان تراشی سے آپ کی غرض ثواب حاصل کرنا تھا تو یہ کسی اور پر باندھ کر حاصل کر لیا کریں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر باندھنے سے اسلام کا نقصان ہوتا ہے ان کو معاف فرمائے گا۔ دوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جلت متنعہ کی نسبت کر کے ”لولا سبقتی بہ ابن الخطاب ما زنا الا شقی“

ترجمہ: اگر ابن خطاب متعہ کو حرام نہ کرتا تو بغیر بد بخت شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔ خود نسبت کرنے والا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ہی بد بخت و شقی ہے بھلا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب خود حضرت علیؑ سے حرمت متعہ کی صحیح حدیث موجود ہے تو پھر اباحت متعہ کی روایت کیا عقل باور کر سکتا ہے جس متعہ کو خود حضرت علی المرتضیٰ حرام فرمائیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر حرام بتائیں تو ان پر طعن کریں ہرگز ہرگز نہیں غلط ہے۔ دوم۔ بالفرض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دونوں روایتیں حرمت متعہ و اباحت متعہ کی صحیح مان لی جائیں تو پھر بھی حرمت حلت جب جمع ہو جائیں تو عمل حرمت پر ہوگا۔ اور حلت مردود ہوگی۔

باقی نقی صاحب کا یہ فرمانا کہ حضرت عمر کا متعہ سے منع کرنا انتظامی امور سے تھا غلط ہے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے انتظامی امور اور سیاسی امور تمام کے تمام قانون شرعی کے ماتحت تھے ان کی سیاست شرعی تھی ان کا انتظام شرعی تھا۔ شریعت و سیاست کوئی جدا جدا چیزیں نہ تھیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا متعہ سے منع کرنا قول رسول سے تھا فاروق تو صرف قول رسول سنا ہے تھے کہ متعہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا تھا۔

ابن ماجہ باب النہی عن نکاح المتعہ: "عن ابن عمر قال لما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذن لنا في المتعة ثلاثة ايام ثم حرمها" ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عمر بن خطاب والی بنائے گئے تو لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو متعہ کی تین دن کے لئے اجازت دی تھی پھر حرام فرما دیا۔ (ابن ماجہ)

(فائدہ) نقی صاحب! آپ کو یہ مرفوع حدیث نظر نہیں آتی تحقیقی طریق سے دیکھتے

تو نظر آجاتی تو پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر بہتان نہ باندھتے۔

(۲) ”اخرج ابن المنذر والبيهقي من طريق سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه قال صعد عمر المنبر فحمد الله واشتفى عليه ثم قال ما بال رجال ينكحون هذه المتعة بعد نهي رسول الله عنها“ (فتح الملہم ص ۲۲۲ جلد ۳) ابن منذر اور علامہ بیہقی نے بطریق سالم بن عبد اللہ بن عمر اخراج کیا کہ فرمایا ابن عمر نے کہ حضرت عمرؓ منبر پر گئے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا ان مردوں کا کیا حال ہے؟ جو نکاح موقت جس کو متعہ کہا جاتا ہے کرتے ہیں۔ بعد عرام فرمایا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعہ کو۔

(فائدہ) نقی صاحب یہ قول و فرمان کس کا ہے عمر فاروق کا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حدیث بھی شیعہ کو نظر نہیں آتی خدا جانے کیا وجہ ہے۔ دوم معلوم ہوا متعہ نہ تھا نکاح موقت تھا۔

(۳) ”كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول من تمتع وهو محصن رجته بالحجارة الا ان يأتى بأربعة يشهدون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم احلها بعد ما حرمها كشف“ (ص ۶۳ جلد ۲) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے ہی نفع حاصل کیا عورتوں سے اور وہ محصن ہوا تو میں اس کو سنگسار کروں گا مگر یہ کہ چار گواہ پیش کرے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عرام کرنے کے بعد متعہ کو حلال فرمایا تھا۔

(۴) ”ومن ثم قال الطحاوي خطب عمر فنهى عن المتعة ونقل ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم فلم ينكر عليه منكر وفي هذا دليل على متابعتهم له ما نهى عنه“ (فتح الباری ص ۱۳۸ جلد ۱) امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا لوگوں کو اور اس میں فرمایا تھا کہ متعہ عرام ہے اور اس حرمت متعہ کو رسول خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا کہ رسول اللہ نے متعہ عرام فرمایا تھا اور کسی صحابی نے انکار نہ کیا سب مان گئے اس سے معلوم ہوا کہ حرمت متعہ پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام متفق تھے کوئی مخالف نہ تھا۔ (۵) "فنبھی عمر موافق لنہیہ صلی اللہ علیہ وسلم" فتح الباری ص ۱۳۲ جلد ۹) پس منع کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متعہ سے موافق تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

"ان عمر لم یبہ عنہا اجتہاداً وانما نبھی عنہا مستنداً الی نبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (فتح الباری ص ۱۳۲ جلد ۹) تحقیق حضرت عمر نے متعہ سے اپنے اجتہاد سے منع نہ فرمایا تھا سوائے اس بات کے نہیں کہ حضرت عمر نے متعہ سے منع کیا تھا قول رسول خدا کو سند بنا کر چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا تھا متعہ سے۔

باقی تفسیر کبیر اور تفسیر غرائب القرآن سے نقل کر کے یہ اعتراض کرنا کہ حضرت عمر کا متمتع کے لئے رجم کا دینا یہ سیاست پر محمول ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حرمت متعہ بھی امور سیاسیہ میں داخل ہے۔

اجواب : یہ غلط ہے غور سے سن لینا پھر انصاف سے کام لینا جن لوگوں کو حرمت متعہ کی اطلاع نہیں ہوئی تھی اور ان سے یہ فعل صادر ہو گیا تو ان سے حد شرعی رجم و کوارہ ساقط تھا بوجہ شبہ کے الحدود تندری بالشبهات حدود شبہ سے دور ہو جاتی ہیں۔ چونکہ اباحت نکاح موقت کا علم ہوا نہ حرمت کا اور جن لوگوں کو حرمت متعہ کا علم ہو چکا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو عرام قرار دے دیا ہے تو پھر یہ حکم صریح زنا میں داخل ہے لہذا ایسے افراد پر ضروری حد ہوتی۔ گو علامہ باجی نے منصفی شرح موطاء میں کچھ اختلاف نقل کیا ہے مگر یہ موقع اس کے بیان کا نہیں کہ کتاب لمبی ہو جائے گی۔ باقی متعہ حج جو عمر فاروقؓ کے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی اجتہاداً

منع فرمایا تھا یہ بھی غلط ہے متعہ ایک خاص قسم کا حج تھا جس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود منع فرمایا تھا اس سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی منع فرمایا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما گئے تھے۔

تفسیر کبیر ص ۱۵۹ جلد ۲ اور تفسیر منطہری ص ۲۱۹ سورة بقرہ : وہہنا نوع اخر من التمتع مکروہ وهو الذی خدر عنه عمر رضی اللہ عنہ وقال متعتان کانتا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا انہی عنہما واعاتب علیہما متعة النساء ومتعة الحج والمراد من هذه المتعة ان یجمع بین الاحرامین ثم یفسخ الحج الحی العمرة و یتمتع بہا الی الحج وروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لاصحابہ فی ذالک ثم نسخ وروی عن ابی ذر انہ قال ما کانت متعة الحج لنا خاصة باقی قول عمر کہ انا احرمہا یعنی اظہر حرمتہا التی ثبت عندی من رسول اللہ صلعم والمراد بالمتعة فی قول عمرو عثمان انا هو نسخ الحج بالعمرة دون التمتع بالعمرة الی الحج الذی نطق بہ الکتاب بحیث لا مرد لہ وانقذ علیہ الاجماع (تفسیر منطہری سورة بقرہ ص ۲۱۹)۔ اس جگہ میں متعہ حج کی ایک اور قسم ہے جو مکروہ ہے جس سے حضرت عمرؓ نے منع فرمایا تھا کہ دو متعے زانہ رسول میں تھے۔ ایک متعہ عورتوں کا دوسرا متعہ حج کا اور میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں اور کر نیوالے کو سزا دوں گا اور مراد اس متعہ سے یہ ہے کہ دو احرام ایک وقت باندھے پھر حج کا احرام کھول کر عمرہ کی طرف بوڑھے پھر اس عمرہ کو حج کے ساتھ جوڑ کر نفع اٹھائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی اس متعہ حج کی پھر منسوخ ہو گیا اور ابی ذر غفاری فرماتے ہیں کہ یہ متعہ حج صرف ہم اصحاب رسول کے لئے خاص تھی۔ باقی قول عمرؓ "احرامہا" اس کا معنی یہ ہے کہ میں حرمت کو ظاہر کرتا ہوں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکی ہے میرے نزدیک حضرت عمروؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے قول میں متعہ

سے مراد توڑنا حج کو عمرہ کی طرف ہے نہ وہ متعہ حج جس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور اس سے چارہ ہی نہیں اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

(فائدہ) معلوم ہوا کہ متعہ جس سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا وہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہو چکا تھا۔ اور وہ متعہ حج یہ ہے کہ احرام حج توڑ کر عمرہ بنا دینا پھر اس عمرہ کو حج کے ساتھ ملا دینا اول حج عمرہ کا احرام یکجا باندھنا پھر حج کا توڑ دینا پھر اس عمرہ کو حج کے ساتھ ملانا یہ ناجائز تھا کیوں نہ تھی صاحب! اب تو جناب کی بھی آنکھ کھل گئی ہو گی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کے ناجائز ہونے کو قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کیا تھا نہ ذاتی رائے سے۔

## حرمت متعہ ابن عباسؓ

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دس سال تھی فتح مکہ کے دن سات اٹھ سال تھی اور اس وقت خود مکہ میں حاضر بھی نہ تھا۔

”عن ابن عباس توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأنا ابن عشرين“  
(استیعاب ص ۳۴۳ جلد ۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری عمر وقت وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سال تھی۔

(فائدہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سنی سنائی بات بیان کرتے تھے۔

”واللہ ما بہذا الفتیت ولا ہذا اردت ولا احدثت منها الا ما احل اللہ من المیتة والدم ولحم الخنزیر“ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا



اور نہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے میں نے اس کو اس طرح حلال سمجھا ہے جس طرح خدا نے مردار کا گوشت اور خنزیر کا گوشت حلال کیا ہے اور دوم مسفوح حلال کیا ہے۔

(فائدہ) جب متعہ یعنی نکاح موقت کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا تو یہ جواب دیا کہ یہ خنزیر و مردار کے گوشت کی طرح ہے مزید بحث اس پر گزر چکی ہے بہر حال یہ حکم حالت اضطراری میں تھا۔ ان الاضطرار لیس من افعال المكلف۔ اور اضطراری حالت پر انسان مکلف ہی نہیں ہوتا۔ باقی ابن عباس کا جواز متعہ کا قائل ہونا ان کی ذاتی رائے تھی اور ان کا ذاتی اجتہاد تھا۔ اس جواز پر آپ کے پاس کوئی شرعی حکم موجود نہ تھا اور یہ رائے بھی تمام صحابہ کے خلاف تھی۔

ان مجموعہ الروایات تدل علی اصرار ابن عباس علی فتویٰ بالمتعہ لکن علی سبیل الضرورة وهو اجتہاد منه معارض بالنصوص وبقیابۃ اجتہاد السواد الاعظم من الصحابة والتابعین والساثر المسلمین (تفسیر منازحہ جلد ۵) تمام روایات دلالت کرتی ہیں اس امر پر کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواز متعہ کا فتویٰ ضرورت کے لئے تھا اور وہ بھی ان کا ذاتی اجتہاد تھا جو کہ قرآن و حدیث کے نصوص کے مخالف تھا اور بڑی جماعت صحابہ کرام کی و تابعین و تمام مسلمانوں کے اس کے مخالف تھی۔

”وجزم جماعة من الاثمة متفرد ابن عباس بابامتها فہی من المسئلة مشہورہ وہی ندرۃ المخالف“ (فتح الملہم ص ۴۴۴ جلد ۳) ائمہ مجتہدین کی جماعت نے ثابت کیا ہے کہ ابن عباس جواز متعہ میں متفرد تھا اور یہ مسئلہ مشہور ہے جس کو ندرۃ المخالف سے تعبیر کرتے ہیں یعنی شاذ و نادر ہے اور شاذ و نادر قول پر فتوے نہیں دیا جاتا۔

(فائدہ) بہر حال اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے

تھی۔ کوئی شرعی دلیل آپ کے پاس نہ تھی یہ رائے تمام صحابہ کے مخالف تھی جو قابلِ محبت نہ تھی ان تمام امورِ غریبہ کے باوجود بھی ابن عباس سے رجوع ثابت ہے جب رجوع ثابت ہے تو اب پھر ان کا قول پیش کرنا بددیانتی و خیانت نہیں تو اور کیا ہے؟ چلو کچھ بھی تھا۔ مگر جب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا تو پھر سخت بددیانتی ہے۔ اُن کا قول پیش کر کے خلق کو صریح زنا میں گرفتار کرنے کی کوشش کرنا۔

(۱) "وابن عباس صح رجوعہ الی قولہم" (فتح القدیر) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا کہ متعہ حرام ہے۔

(۲) "وابن عباس صح رجوعہ بعد ما اشتهرت عنہ من اباحثہا" (فتح القدیر ص ۳۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ اول اباحث متعہ کے قائل تھے پھر رجوع کر لیا تھا اباحث سے اور حرمت متعہ کے قائل ہو گئے تھے۔

(۳) "وما نقل عن ابن عباس من اباحثہا فقد صح رجوعہ" (بجاء الرائق ص ۱۷۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اباحث منقول ہے پس صحیح ہو چکا رجوع ابن عباس کا متعہ کی حرمت کی طرف۔

(فائدہ) بہر حال جس وقت ہی رجوع ثابت ہوا رجوع کے بعد ان کا قول پیش کرنا بغیر بددیانتی کے اور کچھ نہیں۔

نقی صاحب نے متعہ اور اسلام کے ص ۲۳۲ پر ایک اور دیانتداری کی ہے۔ ابن عباس اور حضرت علی کا تنازعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وکان ابن عباس یلین فی المتعۃ" ابن عباس متعہ میں نرمی کرتے تھے۔ اس میں یہ دیانتداری کی ہے کہ ابن عباس حلت متعہ میں نرمی کرتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو

مضبوط کیا کہ متعہ حلال ہے نرمی سے فتوے نہ دیں خوب زور سے دیں۔

اجواب : یہ جناب کی لیاقت علمی کی دلیل ہے اور دیانتداری کی اصل عبارت

یوں ہے۔ ”وکان ابن عباس یلین فی حرمت المتعة“ یعنی حرمت میں ابن عباس سُستی کرتا تھا یعنی حلال کا فتویٰ دیتا تھا۔ جیسا کہ اول گزر چکا ہے اور حضرت علیؑ نے فرمایا حرمت میں سُستی نہ کیجئے گا یہ عرام ہے۔ مگر آئیے! میں آپ کو علی نقی کی دیانتداری کا نمونہ دکھاتا ہوں۔ اس نے متعہ اور اسلام کے ص ۲۲۹ پر فتح القدیر سے طولانی عبارت نقل کر کے آخری حصہ اس عبارت کا ترک کر دیا اور ثابت یہ کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے موت تک رجوع نہیں کیا۔

”ولم يرجع الى قول علي رضي الله عنه فالاولى ان يحكم بان رجوع بعد ذلك بناء على ما رواه الترمذی“ (فتح القدیر ص ۳۴ جلد ۲) اور نہ رجوع کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قول علیؑ کی طرف پس اولیٰ بات یہ ہے کہ حکم کیا جائے کہ ابن عباسؓ نے رجوع کر لیا تھا اس کے بعد جیسا ترمذی نے بیان کیا۔

(فائدہ) اس عبارت کو ترک کر دیا۔ اس سے پہلے بھی کتنی عبارتیں نقل کر چکا ہوں کہ ابن عباس نے رجوع کر لیا تھا مگر علی نقی صاحب کی دیانت داری یہ کہ ان تمام کو ترک کر دیا ہے ہر عبارت میں ان کی خیانت ٹپک رہی ہے جواب کس کس بددیانتی کا دیا جائے۔

## اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور متعہ

علی نقی صاحب نے ”متعہ اور اسلام“ کے ص ۱۸۹ پر علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر مظہری سے ایک حدیث نقل کی ہے۔

”روی النسائی والطحاوی عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ قالت فعلناھا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ہم نے کیا تھا زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

الجواب : اول تو فعلناھا میں ھا ضمیر کے مرجع کا علم نہیں نہ مذکور ہے کہ متعہ حج مراد ہے یا متعہ یعنی نکاح موقت پھر خود ہی متعہ النساء بنا لینا غلطی ہے۔

دوم : نسائی کتاب صحاح ستہ سے ایک متداول کتاب ہے اس میں یہ الفاظ بلکہ مائی کا قول ہرگز نہ گزرتا کوئی نہیں دیکھا سکتا قاضی صاحب سے نقل میں سبق قلم ہوا۔ یا سہو کاتب ہے۔

سوم : طحاوی میں مائی کے دو قول مذکور ہیں متعہ النساء اور متعہ حج مگر متعہ النساء میں یہ الفاظ موجود نہیں اور نہ ہی کوئی پیش کر سکتا ہے۔ نقی صاحب تو چونکہ بڑے محقق ہیں اُن کے لئے نقل میں چوری جائز ہے بلکہ خیانت و بددیانتی تک حلال ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ ابن زبیر مائی صاحبہ سے دریافت کرے متعہ کے متعلق۔

”فقال ابن عباس یسئال امہ ان کان صادقا فسألھا فقالت صدق ابن عباس قد کان ذلک“ (فتاویٰ ص ۱۴ جلد ۲) پس کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سوال کرے ابن زبیر اپنی مائی سے اگر سچا ہے۔ تو پس سوال کیا ابن زبیر نے والدہ سے فرمایا مائی نے تحقیق تھا یہ کسی وقت۔

(فائدہ) مائی سے نکاح موقت کا مسئلہ پوچھا گیا تھا۔ مائی نے مسئلہ بتایا کہ کسی وقت ہوا تھا کیا کوئی کسی فعل کا حکم بتائے تو اس فعل سے وہ ترکیب بھی ہو جاتا ہے۔ مائی نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے کیا تھا۔ اس فعل کی طرف سخت بے حیائی ہے بالفرض کسی کتاب میں فعلتھا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی موجود ہوں اور متعہ سے مراد متعہ نسائہ ہی مراد لیا جائے جیسا طہیالسی میں ہے اول تو متکلم مع الغیر کا صیغہ نہیں چاہتا کہ اس فعل کی نسبت ہر ہر فرد کی طرف کی جائے جس فعل کو قوم کے چند افراد نے کیا ہو اس فعل کی نسبت تمام کی طرف جائز ہوتی ہے قرآن کریم جا بجا آبار و اجداد کے افعال کی نسبت اولاد کی طرف کر دیتا ہے چونکہ ان میں وہ فعل مسلم ہوتا ہے یہاں بھی اسی طرف ہے چونکہ نکاح موقت جو افراد متعہ سے ہے مسلم تھا کسی وقت ہوا تھا بوجہ مسلم ہونے کے مائی نے تمام مسلمانوں کی طرف نسبت کر دی تھی۔ یہ عام محاورہ ہے کہ غیر مسلم کہے تو مسلمان یوں کہتے ہو یا مسلمان کہے ہم مسلمان یوں کہتے ہیں تو اس سے تمام مراد نہیں ہوتے۔

”حدثنا شعبہ عن مسلم القرشی قال دخلنا علی اسماء بنت ابی بکر فساء لناھا عن المتعۃ“ (جیسا سان المیزان ص ۱۸ جز ۴ پر) قال مسلم قرشی والد عبد اللہ بن مسلم روی عنہ ابنہ فقط“ شعبہ بیان کرتا ہے کہ مسلم قرشی سے حالانکہ مسلم قرشی سے سوائے اس کے بیٹے کے کوئی راوی ملتا ہی نہیں۔۔۔۔۔ مسلم قرشی جو عبد اللہ کا والد اور عبد اللہ بن مسلم قرشی کا بیٹا ہے بغیر اس عبد اللہ کے مسلم قرشی سے کوئی روایت نہیں کرتا۔ فقط کی قید سے صاف ظاہر ہے

میزان الاعتدال ص ۱۶۸: ”مسلم قرشی والد عبد اللہ ماروی عنہ

سواء ابنہ“ مسلم قرشی عبد اللہ کا والد سوائے عبد اللہ کے مسلم قرشی سے کوئی دوسرا راوی بیان نہیں کرتا۔ (فائدہ) اسماء الرجال سے ثابت ہوا کہ مسلم قرشی سے سوائے اس کے بیٹے کے دوسرا

کوئی راوی نہیں ملتا۔ اور یہ روایت عبد اللہ سے مروی نہیں لہذا مردود ہوئی۔ قابلِ محبت نہیں۔ علی نقی صاحب "متعہ اور اسلام" کے ص ۱۹۰ پر یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں جس جگہ زبیر سے قرین قیاس یہ ہے کہ متعہ کرنے والے ہی حضرت زبیر ہوں اور انہی عارضی تعلقات میں عبد اللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی ہو۔

اجواب :- نقی صاحب! میں آپ کو اعلان کرتا ہوں بلکہ آپ کا فرض تھا بلکہ ہر حیادار آدمی کا فرض ہوتا ہے کہ جس کام کا دعوائے کرے تو اس کا ثبوت ہم پہنچائے۔ آپ کا فرض تھا کہ حضرت زبیر اور حضرت اسماء کا نکاح صحیح سے اولاً متعہ ثابت کرتے اور اس کے بعد اس سے تعلق کا ذکر کرتے۔ یہ قیاس کا تذکرہ ہوتا۔ اگر قیاس پر بات ہے تو یہ تو ہر انسان دوسرے کو کہہ سکتا ہے تم متعہ سے پیدا ہوئے وہ جواب طلب کرے تو جواب دیا جائے قرین قیاس ہے۔

کیا نقی صاحب یا کوئی عالم شیعہ اسماء کا متعہ زبیر یا کسی سے بحوالہ کتاب صحیح سند سے پیش کر سکتا ہے؟ جب یہ نہیں کر سکتا تو پھر ہر انسان کو شرم کرنا چاہیئے کہ کسی کے بزرگ پر حملہ کرتے ہوئے سوچے کہ اگر یہی حملہ میری ذات پر ہوا کتنا درد انگیز ہو گا۔ آپ غلط روایت اور غلط مطلب بیان کر کے خواہ مخواہ مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں کس قدر ظلم ہے؟ نقی صاحب فرماتے ہیں کہاں ہیں متعہ کو زنا و حرام کاری کے ناپاک الفاظ سے یاد کرنے والے؟

اجواب :- کہاں ہیں؟ وہ جھوٹی و مکتوبہ طریقت سے متعہ کی نسبت مانی صاحبہ کی طرف کرنے والے! ان کو حیار چاہیئے۔ کہاں ہے نسائی میں؟ اور کہاں ہیں یہ الفاظ طحاوی میں؟ وہ ذرا پیش کریں۔ غلط روایات پیش کرنے والوں کو آنکھیں کھولنی چاہئیں؟



بہر حال نسائی اور طحاوی میں یہ الفاظ نہیں۔ طحاوی ص ۳۷۳ جلد ۲ پر مائی صاحبہ کا قول مذکور ہے جس میں آپ نے متعہ الحج بیان کرتی ہیں متعہ النساء کا وہاں بھی ذکر نہیں جس کا جی چاہے طحاوی دیکھ لے۔

پھر نقی صاحب ص ۱۹۰ پر فرماتے ہیں کہ مائی نے نسخ متعہ کا ذکر نہیں کیا معلوم ہوا کہ متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ سبحان اللہ! محقق صاحب! کیونکر ذکر کرتیں حرمت متعہ جب بچہ بچہ جانتا تھا تو ذکر کی کیا حاجت۔ ابن عباس وغیرہ اگر خنزیر کے گوشت کی طرح مباح کہتے تھے تو انہی دنوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رجم بھی کر لیا اور جو دن اباحت کا قائل رہا تو ذاتی رائے کی وجہ سے نہ دلیل کی وجہ سے۔

## عمل بعض صحابہ متعہ

علی نقی نے متعہ اور اسلام کے ص ۱۸۱ پر چند صحابہ و تابعین سے ثابت کیا ہے کہ یہ وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی قائل متعہ تھے۔ ان میں سے ایک ابن عمرؓ ہے۔ (۲) جابر بن عبد اللہ انصاری (۳) ابی سعید (۴) سلمہ بن امیہ (۵) امیر معاویہ (۶) ابن عمرؓ (۷) ان رجلا قوم نام معلوم نہیں (۸) عبد اللہ بن مسعود (۹) تابعین سے طاؤسؓ (۱۰) سعید بن جبیرؓ (۱۱) عطار (۱۲) ابن عباس۔ باقی محقق دیاندار نے حصین بن عثمانؓ و ابی کعبؓ کو اسی فہرست میں شمار کر دیا ہے حالانکہ ان سے ثبوت بہم نہ پہنچا سکا۔

اجواب :- پہلے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ متعہ جس کو شیعہ رواج دینا چاہتے ہیں اس میں اور زنا میں کوئی فرق نہیں ہے اس کا وجود اسلام میں نظر نہیں آتا کسی وقت میں اسلام

نے اس کی اجازت نہیں دی۔ قرآن کریم کی مکی و مدنی آیات اس کی حرمت پر دال ہیں۔ اس کی حلت کا عقیدہ رکھنے والے کا فرض ہے کہ اس ہی عقیدہ کو دلائل قطعیہ سے ثابت کرے کسی خاص شخص کے کسی عارضی فعل سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا اور جس آیت کو متعہ کے متعلق پیش کیا جاتا ہے اس کو متعہ سے کوئی دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور جناب کا اپنی کتاب کے صفحہ ۱ پر لکھنا کہ یہ آیت بھی بعد فتح کے نازل ہوئی ہے اور متعہ کو سُنی فتح مکہ کے دن حرام قرار دیتے ہیں اور قرآن اس حرمت کے بعد نازل ہوا ہے۔

اجواب: نفی صاحب! یہ دلیل ہماری ہے نہ تمہاری میں ثابت کر آیا ہوں کہ آیت کو متعہ سے کوئی تعلق نہیں پھر نزول سے استدلال کیا۔ ہم تو کہتے ہیں کہ نکاح موقت، حدیث رسول سے ہی جائز ہوا اور حدیث رسول ہی سے منسوخ و حرام ہوا۔

نفی صاحب! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن دنیا سے انتقال فرمایا اس دن بقول ڈاکٹر اسپرنگر کے چار لاکھ افراد "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے والے چھوڑ کر گئے تھے جو تمام کے تمام حرمت متعہ و نکاح موقت کے قائل تھے۔ ان چار لاکھ میں سے دس بارہ آدمی بڑی عرق ریزی سے شیعہ نے ثبوت متعہ مبارک کے لئے پیش کئے جن میں بڑی ہستی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تھی جس کا حال گذر چکا ہے باقی ان کا حال دو پہلو رکھتا ہے جیسا اول بیان ہو چکا ہے یا تو ان دس آدمیوں نے عمداً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تھی یا بوجہ عدم بلوغ حدیث حرمت متعہ کے مخالف تھے انصاف شیعہ پر ہے اگر شق اول لی جائے تو اس کا اقرار تو شیعہ بھی نہیں کرتے اور پھر جب خبر حرمت متعہ کی ان کو ہو تو فوری رجوع کر لیا حلت متعہ سے اور عرام کے قائل گئے۔ اگر عمداً مخالفت خواہش کی وجہ سے کی تو پھر بعد بلوغ خبر حرمت متعہ بھی مخالف رہتے معلوم ہوا کہ عدم بلوغ خبر کی وجہ

سے معذور تھے پھر جب مرفوع حدیث صحیح و مشہور سے حرمت متعہ ثابت ہو چکی ہے۔ کیا ان چند آدمیوں کا فرمان و عمل دین سمجھا جائے گا۔ نفی صاحب! ان دس آدمیوں کا عمل آپ کو اتنا مرغوب ہے مگر قول رسول اور تمام صحابہ کا مرغوب نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟  
اب ذرا ایک ایک سے رجوع سن لیں!

فتح الباری ص ۱۳۸ جلد ۹، تفسیر مظہری و فتح الملہم ص ۴۴۲ جلد ۳

(۱) ”وقد نقل ابو عوانة في صحيحه من ابن جريح انه رجع عنها بعد ان روى بالبصرة في اباحتها“ ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ابن جریح سے نقل کیا ہے کہ ابن جریح نے متعہ کی اباحت سے رجوع کر لیا تھا بعد اس کے کہ بصرہ میں فتوے جواز دیا تھا۔  
(۲) ابی بن کعب رض کا نام محض دیانت داری سے لیا اور بتایا کہ میں محقق دیانتدار ہوں اور الی اجل مسیحی کی قید ہماری معتبر کتب میں موجود بھی نہیں علاوہ انہیں قراۃ شاذہ سے ہے نہ قرآن و حدیث سے۔

(۳) عمران بن حصین سے متعہ ثابت کیا حالانکہ بخاری باب تمتع حج ص ۲۱۳، اور امام نووی شرح مسلم ص ۴۲۰ جلد ۱ میں یہ قول عمران بن حصین کا تمتع حج میں بیان کیا مگر دیانتدار نے متعہ النساء میں داخل کر دیا۔

(۴) رجوع الی سعید و اما ابو سعید فاخرج عبد الرزاق عن ابن جريح ان عطاء قال اخبرني من شئت من ابي سعید قال لقد كان احدا يمتع بحل الفتح سويقا“ (فتح الباری ص ۱۳۸ جلد ۹) اخراج کیا عبد الرزاق نے ابن جریح سے کہ عطاء نے خبر دی اس مرد سے جس کو تو چاہتا ہے ابو سعید سے کہ اس نے کہا کہ متعہ کرتا تھا ہم سے ایک آدمی کچھ ستویا ایک پیمانہ پر۔

(فائدہ) اس میں زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع ہے نہ اپنے فعل کی خبر ہے پھر راوی بھی اس میں ایک مجہول ہے مگر دیا نثار کو یہ جائز ہے۔

## رجوع جابر بن عبد اللہ انصاری

سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری خیبر کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود نہ تھے۔ (سیرۃ ص ۳۳۱ جلد ۲) اس واسطے خیبر کے دن کی حرمت تمتعہ کا ان کو علم نہ تھا۔

”اخرج الحازمي بسنده الى جابر بن عبد الله قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الى غزوة تبوك حتى اذا كنا عند العقبة مما يلي الشام جاءت النسوة فذكرنا تمتعهن يطعن في رحالنا فحاج رسول الله صلى الله عليه وسلم فنظر اليهن فقال من هؤلاء النسوة فقلنا يا رسول الله نسوة تمتعنا بهن فتال فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى احمرت وجنتاه وتحمروا وجهه وقام فينا خطيبا فحمد الله واشتغل عليه ثم نهي عن المتعة فوارعنا يومئذ الرجال النساء ولم نعد ولا نعود اليها ابدا علامه شيرازي ثماني لم نعد ولا نعود اليها ابدا پرفرتے ہیں۔ فقوله فلم نعد اليها فيه رد على ابن خزم حيث عد جابر افيمن ثبت على تحليلها“ (فتح الملهم ص ۴۴۴ جلد ۳)۔ علامہ حازمی نے جابر بن عبد اللہ سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ہم ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ تبوک پر گئے جب ہم عقبہ جو شامی سرحد سے ملا تھا پہنچے تو کچھ عورتیں آئیں پس ذکر کیا ہم نے کہ تمتعہ کیا تھا ان سے ہم نے اور وہ ہمارے

سامان میں پھر رہی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس رسول اللہ نے دریافت فرمایا "یہ کون عورتیں ہیں؟ تو ہم نے جواب دیا کہ یہ عورتیں ہیں جن سے ہم نے متعہ یعنی نکاح موقت کیا تھا۔ پس سخت غضبناک ہوئے رسول خدا حتیٰ کہ آپ کا چہرہ مبارک لعل سُرخ ہو گیا اور ہم میں کھڑے ہو کر تقریر فرمائی بعد خدا کی حمد و ثنا کے پھر متعہ سے بھی منع فرمایا پس ہم مردوں نے ان عورتوں کو وہاں جدا کر دیا اور اس کے بعد ہم متعہ کی طرف نہ لوٹے اور کبھی آئندہ بھی متعہ نہ کریں گے اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں فرمایا کہ لفظ "لم نعد ولا نعود" میں رد ہے ابن خزم پر جس نے جابر کو ان لوگوں کی فہرست میں شمار کر دیا ہے۔ جو بعد رسول (بوجہ عدم بلوغ) خبر کے اباحت پر قائم رہے تھے۔

(فائدہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو دیکھ کر غضبناک ہونا اس امر کی دلیل واضح ہے کہ اس متعہ کو آپ اول حرام فرما چکے تھے اس واسطے غضبناک ہوئے کہ قول رسول کی مخالفت ہو رہی ہے اگر اس سے پہلے حرام نہ ہوتا تو غضبناک ہونے کی کیا ضرورت تھی صرف فرمادیتے کہ آئندہ متعہ سے باز رہنا۔ دوسرا اس حدیث میں بھی نہیں کہ اس وقت انھوں نے متعہ کیا ہوا تھا اس میں اس سابقہ متعہ جو فتح مکہ کے دن ہوا اس کی یاد تازہ ہو رہی ہو۔

باقی میں تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت جابر سے مسلم میں روایت موجود ہے کہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو ہم منع ہو گئے۔

جیسا فتح الباری و فتح الملہم میں ص ۴۴۲ جلد ۳: "عن ابی نصرۃ قال کنت عند جابر

ابن عبد اللہ فاتاہ ات قال ابن عباس وابن الزبیر اختلفا فی المتعین فقتل فقلنا ہی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نہانا عنہما عمر لم نعد لہما " ابی نصرۃ سے روایت ہے کہ میں جابر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اس نے بیان کیا کہ ابن عباس

وابن زبیر کا کہ دونوں متنوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے تو جابر نے کہا ہم نے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو ہم نے پھر نہیں کیا۔

پھر اسی فتح الملہم کے ص ۲۲ پر ہے :

”ولعل جابر لم يتذكر نهي الا عند نهي عمر عنها والا فجا بر فمن جملة من روى في تحريمها وحديثه حسن صحيح يحسب به ۱۰ شائد جابر کو منع رسول بھول چکا تھا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا تو یاد آیا ورنہ جابر سے خود حرمت متعہ کی روایت صحیح حسن موجود ہے کہ متعہ حرام ہے۔“

(فائدہ) کچھ بھی ہو جابر کا رجوع ثابت ہے خواہ کسی وقت ہی ہو رجوع پایا گیا۔ جب رجوع ثابت ہو گیا تو پھر حضرت جابر کو حجاز متعہ کا قائل کہنا بددیانتی و خیانت نہیں تو کیا ہے۔

## ابن حزم و متعہ

نقی صاحب کا خیال ہے کہ ابن حزم بھی متعہ کی اباحت کا قائل ہے اس واسطے ابن حزم کا مذہب نقل کیا جاتا ہے کہ علی نقی صاحب کی تحقیق و دیانت کا پردہ چاک ہوگا۔

”وقد اعترف ابن حزم مع ذلك بتحريمها بشوت قوله صلى الله عليه وسلم انها حرام الى يوم القيامة قال فامنا بهذا القول نسخ التحريم“ اور تحقیق اقرار کیا ہے ابن حزم نے حرمت متعہ کا چونکہ فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے کہ متعہ قیامت تک حرام ہے کہا ابن حزم نے کہ ہم اس قول رسول سے منسوخ ہونے متعہ سے امن میں ہو گئے۔

(فائدہ) قیامت تک متعہ حرام ہے قیامت کی قید سے ثابت ہو گیا کہ آئندہ متعہ



کے جواز کا کوئی احتمال باقی نہیں رہا۔

## رجوع ابن مسعودؓ

پہلے گزر چکا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعہ کی اباحت کی کوئی روایت موجود نہیں بلکہ اُن سے نکلح موقت کی اباحت کا ثبوت ملتا تھا۔

”فقال القرطبي لعنه لم يكن حنيذ بلغه الناسخ ثم بلغه فرجع بعد قلت  
بيوده ما ذكر اسماعيل انه وقع في رواية ابى معاوية عن اسماعيل بن ابى خالد  
فعنه ثم ترك ذلك وفي رواية ابن عيينه عن اسماعيل ثم جاء تحريمها بعد  
وفي رواية معمور عن اسماعيل ثم نسخ = علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ابن مسعود اس وقت  
تک قائل تھا جب تک اُن کو ناسخ متعہ کی حدیث نہ ملی جب ناسخ مل گیا تو متعہ سے توبہ کر لی تھی۔  
ابن حجر فرماتے ہیں اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں سہیل نے معاویہ کے واسطہ  
سے اسماعیل بن خالد سے بیان کی ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا ہم نے کیا پھر متعہ کو حرام قرار دیا۔ یعنی رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ایک روایت میں کہ ابن مسعود نے فرمایا پھر متعہ منسوخ ہو گیا تھا۔  
(فائدہ) ابن مسعود سے حرمت متعہ کی روایت موجود ہے۔

## رجوع ابی معاویہؓ

”عن جابر عن عبد الرزاق اخرجنا ان ذلك كان قديما وقد كان معاوية

متبع عمر مقتد بابہ فلا یشک انہ عمل بقولہ بعد الہی " عبد الرزاق نے جابر کے واسطے سے اخراج کیا حدیث کا کہ معاویہ کا یہ نکاح موقت زمانہ قدیم میں تھا نہ (یہ کہ بعد رسول خدا کرتا تھا) اور امیر معاویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متبع و مقتدی تھا یقیناً اس نے حضرت عمرؓ کے قول پر بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کیا ہوگا۔

## رجوع اصحاب ابن عباسؓ مکہ والے

"قال ابن عبد اللہ اصحاب ابن عباس من اهل مكة واليمن على ابا حنبلہ ثم اشفق فقهاء الامصار على تحريم" (فتح الباری ص ۳۸ جلد ۹) ابن عبد اللہ کہا کہ اصحاب ابن عباس مکہ و یمن کے اباحت متعہ کے قائل تھے مگر تمام کے تمام شہروں والے حرمت متعہ پر متفق ہو گئے (فائدہ) اس طائوس اور عطاء بھی اور سعید بن جبیر بھی ان تمام کا رجوع ثابت ہو گیا جب ابن عباسؓ کا رجوع ثابت ہو چکا ہے۔ تو باقی ان کے شاگردوں کے رجوع کو ثابت کرنے کی تو چنداں ضرورت ہی تھی چونکہ وہ محض ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تابع تھے جب متنبوع کا رجوع ثابت ہے تو تابع کا خود ہی ثابت اور ابن عباسؓ کے پاس کوئی دلیل حدیث رسول سے موجود نہ تھی ان کا ذاتی خیال تھا اور ذاتی خیال بھی رسول اللہ کے مخالف تھا کب قابل حجت ہو سکتا ہے اور ابن حریث و اسلمہ بن امیہ اور ایک مرد شامی جن کا تذکرہ نقی صاحب نے کیا ہے نقی صاحب! ان کا فعل یا قول آپ کو اس وقت فائدہ دے گا جب اول یہ ثابت کر دیں کہ ان کو حرمت متعہ کا علم تھا اگر یہ ثابت نہ ہو جائے تو پھر انھوں نے بوجہ لاعلمی کے کہا تھا یا کیا تھا اور جب علم ہوا تو ثابت ہو گئے باقی یہ سوال کرنا ان کے نزدیک یہ

حدیث صحیح ہی نہ تھی یہ غلط ہے بلکہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح و مرفوع تھی قابل حجت تھی جب ان کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو پھر ان سے یہ فعل صادر نہیں ہوا۔ اگر حدیث کو غلط کہا جائے تو بعد منع کرنے کے بھی عمل پر مصر رہتے۔

میں کہتا ہوں ان کے نزدیک حدیث صحیح تھی۔ صرف عدم بوع کی وجہ سے جو ہوا سو ہوا۔ فاروق اول بھی موجود تھا اگر صرف ان کا خوف تھا تو اول ہی نہ کرتے۔ اگر آپ میں ہمت ہے یا اپنے قول کا پاس ہے کہ بعد منع کرنے عمر فاروق کے پھر ان سے یہ فعل صادر ہوا۔ تو پیش کریں ابن حریث سے اور سلمہ بن امیہ سے جن سے جناب متعہ کی اولاد بھی ثابت کرتے ہیں۔ اور ابن عباس کے جوع سے بقایا کا رجوع ثابت ہے۔

”اخرج البيهقي عن الزهري انه قال مامات ابن عباس حتى رجع عن فتواه بحل المتعة وكذا ذكره ابو عوانة في صحیحة“ (تفسیر مظہری ص ۷۷) علامہ بیہقی نے اس حدیث کا اخراج کیا ہے کہ ابن عباس موت سے اول حلت متعہ سے تائب ہو چکا تھا اور حرم متعہ کا قائل ہو چکا تھا اسی طرح ذکر کیا ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں۔

اصل میں شیعہ کو لفظ ”فما استمتعتم به“ کے سمجھنے میں سخت غلطی ہوئی لفظ ”متعہ“ کو دیکھ کر فوری بول اٹھے کہ متعہ قرآن سے ثابت ہے یہ خیال نہ کیا کہ متعہ کا معنی مطلق نفع اٹھانا ہے یہ خاص متعہ کہاں سے ثابت ہوا۔

## منظوم سنی شیعہ

مولوی فیض محمد شیعہ بہ متعہ کا اس سے زیادہ ثبوت کیا ہونا چاہیے کہ قرآن کریم نے اس کی حلت کا اعلان کر دیا ہے اور سنیوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کر کے متعہ کو حرام قرار دیا اور قرآن کو چھوڑ دیا۔

اللہ یا رخاں سنی ————— استغفر اللہ! متعہ کی حلت قرآن تو قرآن کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے البتہ قرآنی آیات خواہ مکی ہیں یا مدنی حرمت متعہ پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں باقی خیال کرنا حلت و حرمت کا اختیار ہمارے مذہب میں کئی طور پر پیغمبر کو بھی نہیں ہوتا بلکہ یہ فعل خدا تعالیٰ کا ہے۔ حضرت عمر کو کہاں سے فعل حرمت کا اختیار حاصل ہوا یہ اختیارات تو مذہب شیعہ میں ائمہ معصومین کو دیئے گئے ہیں جس چیز کو چاہیں حرام کریں۔ جس کو حلال کریں۔

شیعہ ————— قرآن کی آیت ”فَمَا اسْتَقْتَضَىٰ مِنْهَا مِنَ الْوُحْنِ اجورھن“ موجود ہے کہ جس عورت سے متعہ کرو اس کو متعہ کی اجرت دیا کرو۔

سنی ————— سبحان اللہ! آیت کا مطلب خوب سمجھا۔ اہی ملک فیض محمد! آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ جن عورتوں سے تم جماع سے نفع اٹھاؤ۔ ان کو مہر دے دیا کرو! نہ کہ متعہ۔

شیعہ ————— مہر ہرگز مراد نہیں ہو سکتا مہر تو محض نکاح کرنے سے لازم ہو جاتا ہے پھر فائدہ اٹھانے کی قید کی کیا حاجت تھی لہذا متعہ کی اجرت مراد ہے۔

سُنی ————— کس قائل نے کہا ہے کہ محض نکاح سے پورا مہر

لازم ہو جاتا ہے اجماع حضرت! بعد نکاح قبل از خلوة صحیحہ یا وطی کے طلاق دے دی جائے  
تو نصف مہر دینا پڑتا ہے نہ پورا۔ اور آیت میں پورا مہر مراد ہے۔

شیعہ ————— آیت میں پورے مہر کا کوئی قرینہ نہیں آپ کس

لفظ سے پورا مہر مراد لیتے ہیں؟

سُنی ————— نصف کے نہ مذکور ہونے سے پورا مراد لیتے ہیں

جب چیز مطلق چھوڑ دی جائے تو مراد فرد کامل اس سے ہوتا ہے جب نصف کا لفظ نہ تھا۔  
تو ہم نے کامل مراد لیا اور کامل پورا مہر ہے۔

فیص محمد صاحب شیعہ ————— آیت فَاَسْتَمْتِعُمْ بِهِمْ کی مصدر جو ماخذ فعل ہے

متعہ ہے آپ نکاح کس لفظ سے لیتے ہیں متعہ سے متعہ ہی مراد ہو گا نہ نکاح۔

سُنی اللہ بار خان ————— متعہ کے معنی لغت عربی میں کیا ہیں۔ آیا ہی آپ

کا اصطلاحی متعہ یا مطلق نفع اٹھانا۔

شیعہ ————— اس سے ہم کو کیا واسطہ؟ لفظ متعہ کا موجود ہے۔

سُنی ————— اچھا، آپ صرف لفظ سے بحث کرتے ہیں۔ اچھا فرمائیں، کوئی خارجی

مرؤود شیعہ پر یہ اعتراض کر دے کہ تم یزید کو بہت برا بھلا کہتے ہو حالانکہ قرآن اس کی بڑی

تعریف کرتا ہے۔

شیعہ ————— وہ آیت قرآن میں کہاں ہے؟

سُنی ————— ارے بھائی! میں نے تو خارجیوں کا عقیدہ پیش کیا تھا نہ سنیوں کا۔

شیعہ ————— اچھا، خارجی کونسی آیت تعریف یزید میں پیش کرتے ہیں یزید تو وقت

نزول قرآن موجود ہی نہ تھا

سُنی — ارے بھائی! تم کو اس سے بحث نہیں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

”یزید ہمن فضل اللہ“ یزید بنو امیہ کا خدا کے فضل سے ہے اور خدا کے فضل سے پیدا ہوا اور خدا کے فضل حکومت لی۔ اور خدا نے فضل کر کے اس کو دی۔ بس شیعہ مولوی تاڑ گیا کہ متعہ کے لفظ کا جواب لفظ یزید سے دیا گیا۔

سُنی — جناب عالی! آیت سے مراد نکاح صحیح مراد ہے اور منکوحہ سے زوجہ مراد ہے نہ ممتوعہ عورت زوجہ ہے نہ زوجہ میں داخل ہے آیت قرآنی متعہ کو حرام قرار دے چکی ہے۔

(۱) ”فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاثہ وربع فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدة او ما ملکت ايمانکم“ پس نکاح کریں ان عورتوں سے جو خوش آئیں تم کو دو دو تین تین چار چار سے پس خوف عدل ہو یعنی بے انصافی کا تو ایک ہی کافی پر باندی رکھ لیں۔  
(۲) ”ومن لم يستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فاما ملکت ايمانکم الح ان قال ذلك لمن خشى العنت منکم وان مصر واخلیر لکم“ جو شخص تم میں سے آزاد عورتیں سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پس لونڈیاں کر لے مگر لونڈی سے اس وقت جائز ہے جب خوف زنا کا ہو اگر صبر کرو تو تمہارے لئے اچھا ہوگا۔

(۳) ”وистعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیهم اللہ من فضله“  
بچتے رہیں وہ لوگ جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ خدا ان کو غنی کر دے اپنے فضل و کرم سے۔  
(فائدہ) قرآن نے دو دو تین تین چار چار کی قید لگا کر متعہ کی جڑ اکھیر پھینکی چونکہ متعہ میں ممتوعہ عورتوں کی کوئی تعداد نہیں ہوتی خواہ چار سو کر لیں معلوم ہوا کہ ممتوعہ زن ”فانکحوا“ کے حکم میں جو



قرآن میں آتا ہے داخل نہیں ہے۔

دوم: قرآن نے عدل کی قید لگا کر متعہ پر کاری ضرب لگائی چونکہ متعہ عورتوں میں عدل و انصاف کی ضرورت نہیں۔ انصاف و عدل سے باری مقرر کرنا صرف منکوحہ زوجہ کے لئے ہے۔

سوم: بعد نکاح "اوما ملکت" کی قید لگا کر بتا دیا کہ صرف دو قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ اگر متعہ زن حلال ہوتی تو اس کا ذکر بھی کیا جاتا۔

چہارم: "ومن لم یستطع منکر طولا" کی قید سے متعہ فنا ہو گا قرآن نے بتایا کہ آزاد مسلمان عورتوں کے نہ ملنے پر باندیوں سے نکاح کر لینا اگر متعہ کا وجود ہوتا تو قرآن یوں فرماتا "ومن لم یستطع منکر طولا ان ینکح المؤمنات فاستمتعوا بالنساء اوما ملکت ایمانکم" چونکہ متعہ مبارکہ تو دو آنہ چار آنہ پر روٹی و کپڑا پر بھی کیا جاسکتا تھا۔ ایک آسان اور ارزاں پھر لکل جدید لذت۔ ہر نئی میں لذت ہوتی ہے پھر ہر روز نیا نظارہ۔ پھر صبر کی قید قرآن کو کیونکر لگانا پڑتی۔ صاف حکم دیتا اگر آزاد عورت نہیں ملتی اور نہ ہی باندی ملتی ہے تو دو چار آنہ پر نئی نئی سے ہم آغوش ہو جانا چاہیئے۔

واہ متعہ شریف! الحمد للہ! کہ اس کی خدا نے اجازت نہ فرمائی تھی ورنہ کوئی شخص اپنی عزت نہ بچا سکتا جو زانی و زانیہ بکڑے جاتے تو فوری کہتے ہم نے تو جناب صیغے متعہ کے پڑھ کر یہ متبرک فعل کیا ہے۔ ہم نے تو خالی ثواب نہیں لوٹا بلکہ ملائکہ کی پیدائش کی وجہ سے ہم توبہ فعل کرتے ہیں۔ ملائکہ کثرت سے پیدا ہوں۔

اے اہل اسلام! اہل انصاف! خدا کے لئے انصاف کرنا اگر اس متعہ کو جائز رکھا جائے تو کیا حد و شرعی باقی رہ سکتی ہیں جن پر کڑے لگائے جائیں یا رحم کیا جائے۔ اگر بارہ

لڑکی اور کنوارہ لڑکا زنا کرتے پکڑے جائیں یا بیوہ عورت پکڑی جانے تو اس پر کب حد جاری کی جاسکتی ہے وہ فوری کہہ سکتی ہے کہ ہم نے متعہ کیا ہوا ہے اگر متعہ عورت زوجہ میں داخل ہوتی تو قرآن کریم "حشی العنت" کی قید نہ لگاتا۔ متعہ تو ہر وقت مل سکتا تھا بچنے کی کیا حاجت تھی اور صبر کی قید کی کیا ضرورت تھی۔

میں حیران ہوں جب شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ کو حرام نہ فرماتے تو کوئی انسان زنا نہ کرتا بھلا ان سے دریافت کریں متعہ سے بڑھ کر کونسی زنا رہے جو لوگ کرتے ہیں۔ لوگ زنا کرتے ہیں مگر اس کو حرام سمجھ کر کرتے ہیں۔ آپ حلال ہونے کا فتوے دیتے ہیں دونوں میں بڑا فرق ہے۔

اچھا علی نقی صاحب! اس حدیث کا ذرا جواب دیں جو فتح بن یزید سے مروی ہے "متعہ اور اسلام" کے ص ۸۱ پر "سالت ابالحسن علیہ السلام عن المتعة فقال هی حلال مباح مطلق لمن لم یغنیہ اللہ بالتزویج فلیستف بالمتعۃ فان استغنی عنہا بالتزویج فہی مباح لہ ازغاب عنہا" سوال کیا میں نے متعہ کے متعلق تو حضرت نے فرمایا کہ حلال مباح ہے اس کے لئے جس نے شادی نہ کی ہوئی ہو بے شک وہ متعہ کے ذریعہ سے بدکاری سے بچے لیکن جس نے شادی کر لی ہے اس کو اب ضرورت نہیں ہاں اس وقت مباح ہوگا جب سفر میں چلا جائے۔ (فائدہ) نقی صاحب! اگر متعہ نکاح میں داخل تھا تو ایک عورت آزاد سے شادی کر لینے پر متعہ کیونکر حرام ہوا جب ایک مرد کو چار عورتوں کی اجازت قرآن نے دے دی ہے پہلے بھی ایک یا دو یا تین عورتیں منکوحہ تھیں اگر متعہ نکاح میں داخل تھا تو اس چہارم سے متعہ کرنا حلال ہوتا حالانکہ امام نکاح صحیح کے بعد حرام فرماتے ہیں پھر آپ کس طرح نکاح میں داخل کرتے ہیں۔

# تقریظ

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى اما بعد

تمام اہل اسلام کی خدمت میں گزارش ہے کہ سید علی نقی صاحب شیعہ لکھنوی نے ایک چھوٹا سا رسالہ نامی "متعہ اور سلام" اہل سنت و اجماعت کے خلاف لکھا جس کو امامیہ سن لاہور نے شائع کیا۔ اس رسالہ میں سید موصوف نے متعہ کے حلال ہونے کو بزعم خویش قرآن و حدیث سے ثابت کیا۔ اور اہل سنت و اجماعت کے مسلک کو عقل و نقل کے خلاف قرار دیا ہے سخت ضرورت تھی کہ اس مسئلہ میں مسلک حقہ اہل سنت و اجماعت کے دلائل و براہین کو آسان اردو عبارت میں واضح کیا جائے۔ اور سید صاحب کے اعتراضات کے عام فہم اور مضبوط جواب تحریر کئے جائیں تاکہ عامۃ الناس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر دین و ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں خداوند تبارک و تعالیٰ تمام اہل اسلام خصوصاً طالبان تحقیق کی طرف سے مولانا اللہ یار خان صاحب کو جزائے خیر عطا کرے جنہوں نے باوجود مشاغل کثیرہ کے اس دینی ضرورت کو باحسن وجہ پورا کیا ہے۔

میں نے اول سے آخر تک اس مضمون کو دیکھا ہے بفضلہ تعالیٰ مضمون کیا ہے۔ ایک دریائے تحقیقات ہے جو ساون کے دریاؤں کی طرح موجیں مار رہا ہے حق یہ ہے کہ مولانا اللہ خان صاحب مد اللہ ظلہ العالی نے حق تحقیق ادا کر دیا ہے اس لئے اہل اسلام سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنے کی کوشش کریں اور اس کے مضامین کو محفوظ رکھنے میں سستی سے کام نہ لیں۔ مجھے تسلیم ہے کہ اس کتاب کی زبان اہل زبان کے محاورات کے مطابق نہیں ہے مگر آپ اس رسالہ کو ادبی رسالہ تصور نہ کریں بلکہ ایک علمی اور تحقیقی مضمون خیال کر کے اس کے مطالعہ سے شرف اندوز ہوں۔

مرزا احمد شاہ بخاری